# نصرة

غزہ کے باشندوں کو جبری طور پر منتقل کرنے کے منصوبے

بھارتی حکام، اور مسلمانوں کے خلاف جنگ

اے علمائے مسلمین، آخر آپ کہاں ہیں؟!

یوم سقوط خلافت، یوم احیائے خلافت کا تقاضا کرتا ہے

## رمضان کا بابرکت مہینہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے


رمضان–شوال 1446ھ

| مارچ-اپریل 2025ء

شمارہ -83


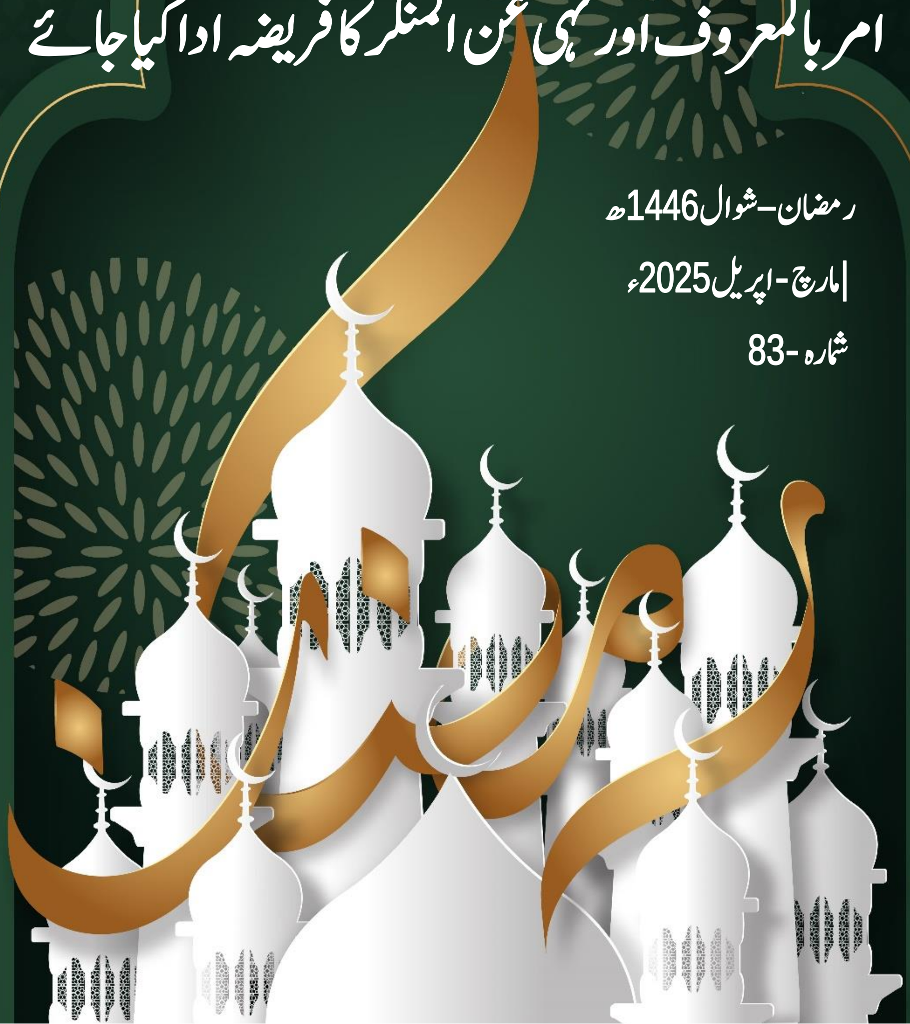

# فہرست


رمضان کا بابرکت مہینہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے.........3

تفسیر سورۃ البقرۃ(275-281)..........................................................10

غزہ کے باشندوں کو جبری طور پر منتقل کرنے کے منصوبے.........................................29

اے ٹرمپ اور تمہارا پیروکار نیتن یاہو: گھمنڈ نے تمہیں اندھا کر دیا ہے..............................32

بھارتی حکام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لیے قانون کو استعمال کر رہے ہیں..............38

ہمارے چاروں طرف پھیلے تخلیق کے شواہد کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشادات..................41

اے علمائے مسلمین، آخر آپ کہاں ہیں؟!...................................................50

تاریخ کو اس کے درست مقام پر رکھنا.......................................................57

خلافت کے خاتمے سے مسلمانوں نے کیا کھویا؟..............................................62

نیتن یاہو کا واشنگٹن کا دورہ اور ٹرمپ کے جبری نقل مکانی کے بارے میں بیانات.........................68

یوم سقوط خلافت، یوم احیائے خلافت کا تقاضا کرتا ہے..........................................73

سوال وجواب: اہل غزہ کی نقل مکانی......................................................77

سوال کا جواب: سوڈان میں عسکری آپریشن میں شدت............................................85

"یہ قرآن لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے خبردار کیا جائے"..........................91

# رمضان کا بابرکت مہینہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے

رمضان کے بابرکت مہینے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں بہترین تحفہ دیا جس میں بے شمار آیات ایک عظیم فریضے کی ادائیگی کا حکم دیتی ہیں اور جس کی ادائیگی پر اللہ نے زبردست اجر بھی رکھا ہے۔ یہ حکم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بابت ہے۔ مندرجہ ذیل کچھ آیات بیان کی جارہی ہیں جو اس حکم کی فرضیت کو واضح کرتی ہیں اور روز قیامت اس کے متعلق ہم سے سوال کیا جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ "تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں" (آل عمران:3:104)، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ "مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار و معاون) دوست ہیں وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں" (التوبۃ:9:71)، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ، ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو" (آل عمران: 3:110)، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ "جو لوگ ایسے رسول نبی اُمی کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں" (الاعراف: 7:157)، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ "وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، راہ حق میں سفر کرنے والے، رکوع و سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے" (التوبۃ: 9:112) اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "یہ وہ

**لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں"**(الحج؛22:41)۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک پہلو حکمرانوں کا احتساب کرنا ہے یعنی انہیں اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اس عمل کو اختیار کریں جس کا اسلام ان سے تقاضا کرتا ہے اور اس عمل سے رک جائیں جس کو اسلام حرام قرار دیتا ہے۔ اس بات کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکمرانوں کی اس صورت میں بھی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے جب وہ ان کے حقوق غصب بھی کررہے ہوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر یہ لازم کیا ہے کہ جب حکمران راہ راست کو چھوڑنے لگیں تو ان کے خلاف اپنی آواز ضرور بلند کریں کیونکہ مسلمانوں کا یہ اختیار ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ حکمران اپنی ذمہ داریاں ادا کریں اور جن کاموں سے اللہ نے منع فرمایا ہے اس سے باز رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

**«سَتَكُونُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ، قَالُوا: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا، مَا صَلَّوْا» "ایسے امیر ہوں گے جن کے (بعض کاموں) کو تم معروف پاؤ گے اور (بعض) کو منکر۔ تو جس نے پہچان لیا (اور اس غلط کام سے دور رہا) وہ بَری ہوا اور جس نے انکار کیا (اس گناہ میں شامل ہونے سے)، وہ محفوظ رہا۔ لیکن جو راضی رہا اور تابعداری کی (وہ بَری ہوا نہ محفوظ رہا)"** (صحیح مسلم)۔ تو جو منکر کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو روکنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اسے اس منکر کو روکنا ہے، لیکن وہ جو حکمرانوں کے غلط کاموں کو صحیح کہتا ہے اور ان کے غلط اعمال میں شریک ہوتا ہے تو وہ نہ تو گناہ سے بَری ہوگا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

لہٰذا تیرہ صدیوں تک اسلام کی حکمرانی میں مسلمان کبھی بھی رمضان میں محض اس بات پر مطمئن نہیں رہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی اسلام کے مطابق گزار رہے ہیں۔ خلافت کے دور میں مسلمان اسلام کے مکمل نفاذ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے حکمرانوں کا سخت محاسبہ کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمان رمضان میں صرف خود کو روزہ، تراویح اور افطار کی دعوتوں تک محدود رکھیں۔ مسلمان اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں میں نافذ ہو، انفرادی اور اجتماعی طور پر کوشش کرتے تھے اور اس کے لئے قربانی دیتے تھے چاہے اس کا تعلق معیشت سے ہو، خارجہ پالیسی سے یا تعلیم سے ہو۔ لہٰذا رمضان ایک ایسی امت پر آتا تھا جو اس دینِ حق کے نفاذ اور ترویج کے لئے بھرپور

کوشش کرتی تھی۔ جو مدد کے لئے پکارتے تھے انہیں مدد فراہم کی جاتی تھی، غریب کو ان کی غربت کے بوجھ سے نجات دلائی جاتی تھی، خاندانی زندگی خوشگوار اور خوشیوں سے بھرپور ہوتی تھی، انسانوں میں سب سے زیادہ ذہین اور قابل مسلمان ہوتے تھے، غیر مسلم فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوتے تھے، مسلمان یک جان اور مضبوط تھے، جہاد میں دشمن مسلمانوں سے خوف کھاتے تھے اور اسلام کا جھنڈا دنیا بھر میں عظمت کی بلندیوں پر لہراتا تھا۔

لیکن خلافت کے خاتمے کے بعد سے آج تک رمضان ہمارے لئے کیسا ہو گیا ہے؟ آج مسلمانوں پر وہ لوگ حکمران ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو کسی خاطر میں نہیں لاتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کے دماغ کے کسی دور اُفتادہ کونے میں بھی موجود نہیں۔ بلکہ موجودہ حکمران بدی کی ترویج کرتے ہیں اور بھلائی کو روکتے ہیں۔ فلسطین سے کشمیر تک جو مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کی چیخوں پر کان ہی نہیں دھرا جاتا۔ غریبوں پر مالی مشکلات کے بوجھ میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے اور انہیں آگے بھی کچھ بہتری ہوتی نظر نہیں آتی۔ مغربی افکار و اقدار نے مسلم خاندانوں کی زندگیوں کو پریشانیوں اور تفکرات سے بھر دیا ہے۔ تعلیم چاہے وہ دینی ہو یا دنیاوی اس کی صورتحال انتہائی خستہ حال ہے۔ مسلم علاقے تقسیم در تقسیم اور کمزور ہو رہے ہیں، جن پر کفریہ جمہوریت، آمریت اور بادشاہت کی حکمرانی ہے اور دشمن اطمینان سے بیٹھا ہے کیونکہ مسلم افواج اپنی بیرکوں میں بیٹھی ہیں اور اگر حرکت میں آتی بھی ہیں تو صرف استعماری مغربی طاقتوں کے حکم پر۔

کیا ہماری یہ ذلت آمیز صورتحال ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یاد نہیں دلاتی جنہوں نے ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو چھوڑ دینے کے سنگین نتائج سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنْ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْ عِنْدِهِ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُم »** "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے ورنہ خطرہ ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے پھر تم اسے پکارو لیکن وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے" (احمد)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، **«اِنّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ»** "بے شک اللہ چند مخصوص لوگوں کے عمل کے نتیجے میں

**سب لوگوں کو سزا نہیں دیتا جب تک کہ وہ اپنے درمیان منکر دیکھیں اور وہ اس کا انکار کرنے کی قدرت رکھتے ہوں مگر وہ انکار نہ کریں۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ عام اور خاص دونوں کو سزا دے گا"** (احمد)۔

کیا ہماری موجودہ ذلت و رسوائی ہمیں اس بات پر مجبور نہیں کرتی کہ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈریں اور اس اہم فریضے کی ادائیگی کے حوالے سے ہم جس کوتاہی کے مرتکب ہو رہے ہیں اس کا خاتمہ کر دیں؟ یاد رکھیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ صرف ظالم کو اس کے ظلم پر سزا نہیں دیتا بلکہ انہیں بھی سزا دیتا ہے جن کی آنکھوں کے سامنے منکر ہوتا رہا اور انہوں نے نہ صرف اس کو روکنے کی کوشش نہ کی بلکہ خاموشی سے اس کا نظارہ کرتے رہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿**وَاتَّقُوا فِتْنَةً لاَ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ**﴾ **"اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر صرف انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے"** (الانفال: 8:25)، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، «**إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمْ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ**» "اگر لوگ ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کو روکنے کے لئے کچھ نہ کریں تو اللہ جلد ہی انہیں سزا دے گا" (ترمذی)۔

یقیناً پہلے سے کہیں زیادہ مسلمانوں کو اپنی اس شدید کوتاہی پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور پوری قوت کے ساتھ اس فرض کے ادائیگی کے لئے آگے بڑھنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو عظیم قربانیوں کا تقاضا کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں جان بھی داؤ پر لگانی پڑ سکتی ہے۔ روایت ہے کہ، «**عَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْأُولَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَأَى الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ سَأَلَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ لِيَرْكَبَ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ؟ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ذِي سُلْطَانٍ جَائِرٍ**» "ایک شخص پہلے مقام جمرہ پر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ! سب سے بہترین جہاد کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دوسرے مقام جمرہ پر کنکر مار دیے تو اس شخص نے پھر وہی سوال دہرایا اور رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے تیسرے مقام جمرہ پر کنکر مار دیے اور اپنے پیر سواری پر چڑھنے کے لئے چمڑے کی زین میں ڈال دیے تو پوچھا کہاں ہے وہ سوال کرنے والا؟ اس نے کہا کہ، میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا" (ابن ماجہ)۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے یہ

بھی فرمایا کہ، «**سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَرَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ**» "شہداء کے سردار حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص بھی جو جابر حکمران کے سامنے کھڑا ہوا اور اسے (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا اور اس (حکمران) نے اسے قتل کر دیا" (الحاکم)۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان حکمرانوں کا محاسبہ کریں جو شرعی بیعت سے اقتدار میں آئے ہیں، اسلام نافذ کرتے ہیں لیکن پھر اس کے نفاذ میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو کیا آج ہم ان مجرم حکمرانوں کے سامنے خاموش رہیں جنہوں نے اقتدار پر غیر شرعی طریقے سے قبضہ کیا ہے، امت کو اسلام سے محروم کر دیا ہے اور پھر اس امت کے بیٹوں اور بیٹیوں کو صرف اس لئے مارتے ہیں کہ وہ ان کا احتساب کرتے ہیں؟

کیا ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غلام ہونے کے ناطے ظالم حکمرانوں کے سامنے خاموش رہیں؟ نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ مسلمان وہ ہوتا ہے جو صرف اللہ سے ڈرتا ہے کسی انسان کے ظلم سے نہیں ڈرتا۔ وہ ظلم کے سامنے ایسی خاموشی کو مسترد کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے غداری کے مترادف ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ کی خوشنودی اور اس آخرت کے اجر کو پانے کے لئے جان تک لڑا دیتا ہے جس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے اور مشکلات و مصائب وہ امتحان ہے جس سے بغیر کسی شکوے کے گزر جانے کی صورت میں اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔ ایمان والے ظلم کے سامنے خاموشی کو اپنے ایمان کی قوت سے توڑ ڈالتے ہیں اور فضاء کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی زور دار آواز سے بھر دیتے ہیں اور حکمرانوں کا بھرپور احتساب کرتے ہیں۔

اور ایسا نہیں کہ مسلمان ظالموں کے جبر و تشدد سے واقف نہیں ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پہلے ہی ہمیں بتا چکے ہیں کہ، ﴿**وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ**﴾ "**اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو**" (الشعراء: 26:130)۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلمان یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ کی سزا ان ظالموں کے ظلم سے کہیں زیادہ سخت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿**إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ**﴾ "**یقیناً تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے**" (البروج: 85:12)۔

اس کے علاوہ مسلمان یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی مشکل اور آزمائش نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿**قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ**

**فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ "آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی، وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے۔ مومنوں کو اللہ کی ذات پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے"** (التوبۃ:9:51)۔ مسلمان اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ حق بات کہنے سے کوئی ان کے رزق پر بندش نہیں لگا سکتا کیونکہ اللہ ہی واحد رازق ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ بھی وہی زندہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، **«أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ رَهْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا رَآهُ أَوْ شَهِدَهُ فَإِنَّهُ لَا يُقَرِّبُ مِنْ أَجَلٍ وَلَا يُبَاعِدُ مِنْ رِزْقٍ» "جب کبھی منکر کو دیکھو یا سنو تو لوگوں کے خوف سے حق بات کہنے سے مت ڈرو کیونکہ ایسا کرنا نہ تو تمہاری زندگی کو مختصر کردے گا اور نہ ہی تمہارے رزق کو"** (احمد)۔

آج عملاً خلافت کی واپسی میں زیادہ وقت باقی نہیں رہ گیا کیونکہ وہ امت کے ہر طبقے کے دل و دماغ میں تو آ ہی چکی ہے۔ لیکن اگرچہ فاصلہ کم ہی کیوں نہ رہ گیا ہو لیکن اس کو پار کرنے کے لئے زبردست تقویٰ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری کی ضرورت رہتی ہے۔ نبوت کے طریقے پر خلافت کی واپسی کو اب صرف مسلمان ہی آتا ہوا محسوس نہیں کررہے بلکہ ان کے مغربی دشمن بھی محسوس کررہے ہیں۔ ہمارے دشمنوں نے اپنے ایجنٹوں کو مسلم دنیا میں متحرک کردیا ہے جنھوں نے اپنے غنڈوں کے ذریعے خلافت کے لئے کام کرنے والے مخلص مسلمانوں کو گرفتار، اغوا اور ہراساں کرنا شروع کردیا ہے۔ لیکن ان کی یہ کوشش ان شاء اللہ آخری کوشش ثابت ہوگی۔ مسلمان اس تمام تر صورتحال کے باوجود نہ تو مایوس ہوئے ہیں اور نہ ہی ان پر شکست خوردگی کی کیفیت طاری ہوئی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ظالم کو اس وقت پکڑتے ہیں جب وہ اپنے ظلم اور تکبر کی انتہا پر ہوتا ہے جیسا کہ فرعون، نمرود اور قریش۔

اس کے علاوہ مسلمان یقینی کامیابی کو سامنے آتا دیکھ رہے ہیں کیونکہ حکومت کے غنڈے صرف دولت اور دنیا کی طلب میں حکمرانوں کے معاون و مددگار بنے ہوئے ہیں جبکہ مسلمان اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت پر اپنا سب کچھ لٹا رہے ہیں۔ مسلمانوں کا مددگار اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے اور اگر وہ مددگار ہیں تو پھر کیا کسی اور کی مدد کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ مستقبل مسلمانوں کا ہے، لہٰذا انہیں حق کی راہ پر ثابت قدم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہنا چاہیے تا کہ ظالموں کے دلوں پر اس کی ہیبت طاری ہو اس وقت تک جب تک کہ اللہ کی مدد نہ آجائے چاہے کافروں اور ظالموں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ "یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے" (الغافر؛40:51)۔

فہرست

# تفسیر سورۃ البقرۃ(275-281)

جلیل القدر عالم دین شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ * يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ * إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ * يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ * فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ * وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ * وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ﴾

"جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت میں) اُٹھیں تو اس شخص کی طرح اُٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر بد حواس کر دیا ہو۔ یہ اس لیے ہو گا کہ انہوں نے کہا تھا کہ: "تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے"۔ حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے۔ اور اس (کی باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی (سود) کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے (275)۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گنہگار ہو (276)۔ (ہاں) وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ اپنے رب کے پاس اجر کے مستحق ہوں گے، نہ انہیں کوئی خوف ہو گا، نہ کوئی غم پہنچے گا (277)۔ اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو (278)۔ پھر

**اگر تم نہ چھوڑو گے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لئے خبر دار ہو جاؤ، اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارا اصل زر تمہارے لئے ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا(279)۔ اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو کشادگی ہونے تک مہلت دے دو، اور اگر (قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو(280)۔ اور اس دن سے ڈرو (جس دن) تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو پورا پورا صلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا(281)"۔ (البقرۃ:2:275-281)**

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جل شانہ نے جب ان لوگوں کا اجر و ثواب بیان فرمایا جو اللہ کی راہ میں حلال اور طیب مال خرچ کرتے ہیں، تو اب اس کے بعد ان آیات کریمہ میں ان لوگوں کے انجام کا بیان ہے جو حرام طریقے سے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی والے کاموں میں لگاتے ہیں۔

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ربا (سود) کا ذکر فرمایا ہے اور اس کا جُرم عظیم ہونا اور سود خوروں کے بُرے کرتوتوں کو بیان کیا ہے، اس کے ساتھ اس قبیح گناہ اور بڑے منکر پر ان کو ہونے والے دردناک عذاب اور شدید سزا کا بھی ذکر ہے۔ وہ اس طرح کہ:

**1**۔ اللہ تعالیٰ نے سُودی کاروبار کرنے والے کی مثال اس شخص سے دی ہے جو مرگی کی بیماری کی وجہ سی خبطی بن گیا ہو، اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں وہ عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے، اس کا ہر عمل پاگل پن اور بدحواسی کا مظہر ہوتا ہے، یہ مثال اس مناسبت سے دی ہے کہ سود خور، سود کو تجارت اور خرید و فروخت کی طرح ہی سمجھتا ہے، جو اس کے دماغی خلل پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور خرید و فروخت کو حلال کر دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ، جاہلیت میں لوگ جو سودی معاملات کرتے رہے، ان کی معافی کا اعلان کرتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے بیان فرماتے ہیں کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد اب ان پر لازم ہے کہ وہ اس حکم کی پابندی کریں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری اختیار کر لیں، سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد جو شخص سودی معاملات سے باز نہ آئے، اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے تو ایسا شخص دردناک عذاب کے قابل ہے، ایسا شخص جہنم والوں میں شامل ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

جہاں تک ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا﴾ "جو لوگ سود کھاتے ہیں "یعنی لیتے ہیں، ان کا ذکر ہے، تو یہاں ذکر سُود کھانے کا ہے مگر اس میں ہر قسم کا سُودی منافع شامل ہے۔ اسی طرح کا صیغہ (يَأْكُلُونَ) قرآن کریم میں مذمت پر دلالت کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جیسے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ "بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں"(النساء؛4:10)۔

اور اسی طرح ﴿يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ﴾ "وہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں، اور ان کے لیے آگ ہی آخری ٹھکانہ ہے"(محمد؛47:12)۔ زیر مطالعہ آیت میں بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

﴿لاَ يَقُومُونَ﴾ "وہ نہیں کھڑے ہوں گے"، یعنی قیامت کے دن۔

﴿إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ﴾ "یعنی وہ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے، جیسے دنیا میں دیوانہ (مجنون) اُٹھتا ہے"، یہ اس دن ان کی ذلت و رسوائی ہوگی۔ یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ رِبا سے جو نہی کی گئی ہے وہ نہی جازم (حتمی) ہے اور ان آیات میں اس کی حرمت پر بار بار زور دیا گیا ہے۔

﴿مِنْ الْمَسِّ﴾ یعنی جنون، کہا جاتا ہے: "مُسّ الرجل" یعنی وہ شخص ممسوس ہے، یہ تب کہا جاتا ہے جب وہ پاگل ہو جائے۔ اور جیسے کہ کہاوت ہے، "خبط العشواء"، جس کا مطلب ہے، اندھے اونٹ کا ٹکریں مارتے ہوئے چلنا۔

﴿الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ الْمَسِّ﴾ کی تفسیر میں کئی روایات آئی ہیں۔ ان میں زیادہ راجح اور صحیح مفہوم یہ ہے کہ جب انسان جنون کا شکار ہوتا ہے تو شیطان کا اس پر اثر زیادہ ہو جاتا ہے، وسوسوں کے ذریعے، جنونی شخص کی حالت ایسی کر دیتے ہیں جس سے اس کو بہت سارے ایسے وہم اور اُلجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے۔

لیکن یہ کہنا کہ شیطان ہی اسے مرگی کا دورہ پڑواتا ہے یا اسے جنون میں مبتلا کرتا ہے، تو آیت میں یہ بات نہیں ہے، تو آیت سے اس بات کی وضاحت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ (يتخبطه الشيطان بالمس) "شیطان اس پر جنون کا اثر ڈالتا ہے"، بلکہ آیت میں یہ ذکر ہے کہ ﴿يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ الْمَسِّ﴾ "شیطان اس پر جنون

اور پاگل پن کی وجہ سے تخبط (بے ترتیبی) ڈالتا ہے"۔ یعنی جنون پہلے سے موجود ہوتا ہے، اور پھر شیطان اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آیت ﴿ **الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ الْمَسِّ** ﴾ میں "تخبط" کا استعمال عربوں کے انداز گفتگو کے مطابق کنایہ اور مجاز کے طریقوں کی تاویل سے ہے، عرب لوگ مرگی والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس پر جنات اور آسیب کا اثر ہے اور جن نے اسے پاگل بنا دیا ہے۔ وہ جنون کو جن سے مشتق کرتے ہیں، سو یہ بھی راجح نہیں ہے۔ کسی تعبیر میں مجاز کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب بیان شدہ حقیقت کا وقوع ناممکن ہو، لیکن یہاں یہ حقیقت ناممکن نہیں کہ شیطان جنونی شخص کو وسوسوں کے ذریعے بدحواسی میں مبتلا کرے۔ اسی وجہ سے تو عربی میں ایسا کہا جاتا ہے کہ (تخبطه الشيطٰن) "شیطان نے اس کو خبطی بنایا ہے"۔ تاہم جو لوگ عربوں کے اس اسلوب کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ یہ مجاز اور کنایہ کے باب سے ہے تو ممکن ہے کہ اس سے ان کی غرض اس بات کو مسترد کرنا تھا کہ شیطان ہی انسان کو جنون میں مبتلا کرتا ہے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ کہ شیطان کا انسان پر جنون کا اثر ڈالنا ممکن نہیں، جیسا کہ سورۃ ابراہیم میں ذکر ہے، ﴿ **وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ** ﴾ **"اور میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا"** (ابراہیم: 14:22)۔ اس لیے اس قسم کی بے سروپا باتیں کیں۔

لیکن دونوں تفسیرات کمزور ہیں۔ جو ہم نے کہا وہ زیادہ درست ہے۔ ہم نے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ دونوں گروہوں کی تفسیروں میں ایک دوسرے پر اس بات پر تنقید کی جاتی ہے کہ اس نے موضوع میں اس کی رائے کی مخالفت کی ہے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض دوسرے کو دین سے خارج کرنے کے قریب ہیں جب کہ آیت دونوں میں سے کسی کی رائے کو قطعی طور پر درست نہیں کہتی۔

اور اسی طرح میں نے اس آیت کی تفسیر میں کوئی صحیح حدیث نہیں دیکھی، سوائے اس کے جو رسول اللہ ﷺ سے اسراء و معراج کے واقعہ میں روایت ہے اور وہ کسی ایک کی رائے کو قطعی طور پر درست نہیں کہتی، **«فانطلق بي جبريل فمررت برجال كثير كلّ منهم بطنه مثل البيت الضخم ... إلى أن يقول، فإذا أحس بهم أصحاب تلك البطون قاموا فتميل بهم بطونهم فيصرعون، ثم يقوم أحدهم فيميل به**

**بطنه فيصرع ... إلى أن يقول، قلت، يا جبريل، من هؤلاء؟ قال: هؤلاء الذين يأكلون الربا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس»** "جبرائیل مجھے لے کر چلے، اور میں بہت سے آدمیوں کے پاس سے گزرا جن میں سے ہر ایک کا پیٹ ایک بڑے گھر کی طرح تھا... یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: جب ان پیٹ والوں کو احساس ہوتا تو وہ کھڑے ہوتے اور ان کے پیٹ انہیں جھکا دیتے اور وہ گر جاتے، پھر ان میں سے ایک کھڑا ہوتا تو اس کا پیٹ اسے جھکا دیتا اور وہ گر جاتا... یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا: میں نے کہا: اے جبرائیل، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے ہیں، یہ نہیں اٹھیں گے مگر اس طرح جیسے وہ اٹھتا ہے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو" (احمد اور ابن ماجہ)۔ یہ سود خوروں کا بیان ہے جو اپنے پیٹوں کے جھکنے سے گر پڑتے ہیں کیونکہ وہ ان کے لیے بھاری ہیں اور یہ اس کی طرح ہے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہو۔

اور اسی بنیاد پر، نہ تو آیت اور نہ ہی کوئی حدیث اس آیت کی تفسیر میں کسی ایک کی رائے کو قطعی طور پر درست قرار دیتی ہے۔

اور جب معاملہ ایسا ہے، یعنی آیت کی تفسیر میں شریعت کی وضاحت موجود نہیں ہے، تو ہم زبان کی طرف رجوع کریں گے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے، لہٰذا ہمیں راجح وہ ملتا ہے ﴿مِنْ الْمَسِّ﴾، جو ہم نے کہا یعنی ان کی مثال اس شخص کی مانند ہے جسے شیطان نے چھو کر بدحواس کر دیا ہے یعنی جنون کی وجہ سے، یعنی جنون کسی شخص کے شیطان کی طرف سے بدحواس کیے جانے سے پہلے آتا ہے، پس شخص کسی وجہ سے مجنون ہو جاتا ہے، پھر شیطان اپنے وسوسوں اور خیالات کے ذریعے اسے بدحواس کر دیتا ہے۔

پس شیطان نے کسی شخص کو مرگی کا دورہ نہیں ڈالا یعنی اسے مجنون نہیں بنایا، ورنہ آیت کریمہ ہوتی **"الذي يتخبطه الشيطان بالمس"** اور حرف **"ب"** 'کے ساتھ' کے معنی میں آتا ہے یعنی جنون طاری کرنا، یا اسے جنون میں مبتلا کر دینا۔ لہٰذا کنایہ اور مجاز کا سہارا لے کر شیطان کے کردار کو اس کی حقیقت سے ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ لغت کے الفاظ ہی موزوں ہیں۔

اور تمام صورتوں میں ہم کہتے ہیں کہ یہی معانی ہی مضبوط ہیں اگرچہ قطعی نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی لغت کی تحقیق یا کتاب وسنت سے کوئی قوی ترجیح پیش کردے، تو اس کی پیروی کی جائے گی۔

اور یہ مثال سُود خوروں کے جرم کی شدت کی ایک واضح اور بھیانک تصویر کشی ہے، اور یہ نتیجہ تمام مفسرین کے نزدیک متفقہ ہے، خواہ وہ اس مثال کو جس طرح بھی سمجھیں۔

اور اللہ ہمارے ان بھائیوں کو معاف کرے جو ہم سے پہلے ایمان لائے، کہ انہوں نے اپنی تفسیروں میں ایک دوسرے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے۔

جہاں تک، ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا﴾ "یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے" کا تعلق ہے یعنی وہ بھیانک مثال جو ان کے جرم کی شدت کی وجہ سے ان کے لیے بیان کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے، ﴿الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ الْمَسِّ﴾ "وہ شخص جسے شیطان نے چُھو کر بدحواس کر دیا ہو" تو یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے سود کو جائز قرار دینے کا جواز نکال لیا اور اسے تجارت کے برابر سمجھ لیا۔ اور اس میں اس رسوائی اور عذاب کی دلیل ہے جو انہیں دنیا اور آخرت میں پہنچے گا۔

جہاں تک، ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ "اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے" کا تعلق ہے، یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جواب میں اور سود اور تجارت کو برابر قرار دینے سے انکار کرنے کے لیے ہے۔

جہاں تک، ﴿فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ﴾ "سو جس شخص کو اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے" تو جس شخص کو یہ آگاہی ہو جائے کہ سود حرام ہے، یعنی جس کو حرمت کا حکم پہنچے۔ اور لفظ ﴿من﴾ شرط کے ساتھ ہے اور فعل ﴿جَاءَ﴾ میں تانیث کی علامت نہیں ہے کیونکہ **موعظة** اپنی حالت میں تانیث کے ساتھ ہے لیکن مذکر کے معنی رکھتا ہے بالکل اسی طرح جیسے یہ لفظ وعظ کے معنی میں ہے۔

جہاں تک، ﴿فَانتَهَىٰ﴾ "اور وہ باز آجائے" کا تعلق ہے، یہ ﴿جَاءَهُ﴾ "اسے پہنچ جائے" تو یہ حرف عطف کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ 'فَ' کا ملانا اس بات کی دلیل ہے کہ حرمت پہنچنے پر بغیر تاخیر کے فوری طور پر نصیحت حاصل کی جائے۔

جہاں تک ﴿فَلَهُ مَا سَلَفَ﴾ "تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے" کا تعلق ہے، تو حرف " فَ " شرط کے جواب کے طور پر آیا ہے، اور مراد یہ ہے کہ اس سے وہ مال واپس نہیں لیا جائے گا جو اس نے پہلے لے لیا ہے اور جو معاملہ حرمت سے پہلے مکمل ہو چکا ہے، البتہ اس میں سے جو کچھ باقی ہے اس پر ﴿فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ﴾ "تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں" کا حکم لاگو ہو گا۔

جہاں تک ﴿وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ "اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے" کا تعلق ہے، یعنی اس شخص کا معاملہ جس نے باز آنا اختیار کیا، تو جو کچھ وہ پہلے کر چکا وہ اس کا ہے، اس کا آئندہ کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ سود سے باز رہنے میں کس قدر پابند رہا ہے۔

جہاں تک ﴿وَمَنْ عَادَ﴾ "اور وہ جو پھر (سود پر) لوٹ آئے" یعنی جو شخص اپنے پہلے طریقے پر (سود پر) لوٹ آئے اور کہے کہ تجارت سود کی طرح ہے، یعنی سود کو جائز سمجھنے کی طرف لوٹ جائے۔

جہاں تک، ﴿فَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ "تو یہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" کیونکہ سود کو حلال سمجھنے کی طرف لوٹ جانے سے وہ کافر ہو جائے گا اور اسلام سے مرتد ہو جائے گا، اور کافر ہمیشہ آگ میں رہے گا۔

2۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اگلی آیت میں سود خور کے انجام اور صدقہ کرنے والے کے صلہ کو بیان کرتے ہیں، پس اللہ دنیا میں سُود کے مال سے برکت نکال لیں گے، اور سُود خور کے لئے آخرت میں دردناک عذاب تیار ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ صدقہ میں برکت ڈالیں گے اور اس صدقہ کرنے والے کے لیے آخرت میں عظیم اجر تیار ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ

کو اس بات پر ختم کیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کافر اور گناہگاروں کو ناپسند کرتا ہے اور اس میں ایک تنبیہ اور اشارہ ہے کہ جو لوگ سُود کو حلال کرنے اور اسے تجارت کے برابر سمجھنے کی طرف لوٹتے ہیں وہ کافر اور گناہگار ہیں۔

جہاں تک ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا﴾ "اللہ سود کو مٹاتا ہے" یعنی وہ اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے اگرچہ وہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ ابن مسعود نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، **«إن الربا وإن كثر فعاقبته إلى قل»** "سُود اگرچہ بہت زیادہ کیوں نہ ہو، لیکن اس کا انجام نقصان ہے"۔

اور 'المحق' کی اصطلاح کے معنی ہیں، کمی اور زوال ہونا، اور اسی سے 'محاق القمر' ہے، یعنی چاند کا کم ہونا ہے۔

جہاں تک، ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ "اور وہ صدقات کو بڑھاتا ہے" کا تعلق ہے، یعنی اللہ صدقے کو دنیا میں برکت سے بڑھاتا ہے اور آخرت میں اس کے ثواب کو دوگنا کرتا ہے۔ مسلم نے روایت کیا ہے: **«إن صدقة أحدكم لتقع في يد الله فيربيها له كما يربي أحدكم فُلُوَّه أو فصيله حتى يجيء يوم القيامة وإن اللقمة على قدر أحد»** "بیشک تم میں سے جو کوئی (پاکیزہ مال میں سے) صدقہ کرتا ہے تو اللہ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اسے پالتا ہے جیسا کہ کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو وہ صدقہ بڑھ کر پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے"۔

جہاں تک، ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ "اور اللہ کسی ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا" یعنی سود کو جائز سمجھنے والے ہر کافر کو، اور سُود کھانے والے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے ہر گناہگار کو ناپسند کرتا ہے۔ اور لفظ ﴿**كفّار**﴾ اور لفظ، ﴿**أثيم**﴾ "**گنہگار**" میں مبالغہ کا صیغہ سُود کے جرم کی شدت کو ظاہر کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

3۔ اور تیسری آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ کرتا ہے جو اسلام پر ایمان لائے اور اس کے شرعی

احکام کی پابندی کی کہ ان کے لیے اللہ کے پاس عظیم اجر ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

جہاں تک ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ "بے شک جو لوگ ایمان لائے" یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتابوں اور یوم آخرت اور تقدیر کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اچھے اور برے ہونے پر ایمان لائے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

جہاں تک ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ "اور نیک کام کیے" کا تعلق ہے، یعنی انہوں نے شرعی احکام کی پابندی کی اور انہیں اس طرح لاگو کیا جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت میں بیان کیا گیا ہے۔

جہاں تک ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ﴾ "اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی" کا تعلق ہے، یہ خاص بات کو اس کی اہمیت کی وجہ سے عام بات کے بعد ذکر کرنے کے اسلوب میں سے ہے، پس نماز اور زکوٰۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ "اور نیک کام کیے" میں داخل ہیں، اور اس کے بعد ان کا ذکر ان کی عظمت پر زور دینے کے لیے کیا گیا ہے۔

4۔ چوتھی آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے مؤمنین سے خطاب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں، یعنی اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچائیں اور سُود سے باز آ جائیں۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ آیت کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ جس اسلام پر تم ایمان لاتے ہو وہ تم پر یہ لازم کرتا ہے۔

جہاں تک، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ "اے ایمان والو!" کا تعلق ہے، تو یہ مؤمنین سے خطاب ہے۔

جہاں تک، ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ "اللہ سے ڈرو"، کا تعلق ہے، تو اس کا معانی ہے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ۔

جہاں تک، ﴿وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾ "اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو" یعنی جو سود تم نے ابھی تک وصول نہیں کیا ہے اسے چھوڑ دو، اسے مت لو، بلکہ صرف اپنا اصل سرمایہ لو، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے حرمت سے پہلے وصول کر لیا تھا اس کا ان سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک، ﴿إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ "اگر تم مومن ہو" عربی میں مخاطب کو اکسانے اور اس سے جو طلب کیا جا رہا ہے اسے نافذ کرنے کی ترغیب دینے کا ایک طریقہ ہے، پس خطاب مومنین سے شروع کیا گیا ہے اور انہیں اس بات کی یاد دہانی کے ساتھ ختم کیا گیا ہے کہ جس اسلام پر وہ ایمان لائے ہیں اس کی وجہ سے ان پر سود کو چھوڑنا واجب ہے، جیسا کہ تم کسی ایسے شخص سے کہو جسے تم اکسانا چاہتے ہو (اگر تم مرد ہو تو ایسا کرو) اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ مرد ہے، تو گویا تم اسے اس کی مردانگی یاد دلاتے ہو اور اس سے کہتے ہو کہ مردانگی تم پر لازم کرتی ہے کہ تم ایسا کرو۔

**5۔** پھر اس کے بعد رب العالمین کی طرف سے ایک وضاحت اور پیغام ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرو:

**الف۔** یہ کہ تم اللہ کے حکم کی پابندی کرو اور سود سے توبہ کرو اور اس کی طرف نہ لوٹو، تو تمہارے لیے تمہارا اصل سرمایہ ہو گا سود کے بغیر، اور اس طرح تم نہ کسی پر ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا، پس نہ تم اپنے قرض خواہوں پر زیادتی کروگے سود لے کر اور نہ تم پر ان کی طرف سے زیادتی کی جائے گی کہ وہ تمہارا اصل سرمایہ واپس نہ کریں یا تم سے تاخیر کریں۔

**ب۔** یا پھر تم یقین کر لو اور جان لو کہ سود لینے سے تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ حالت جنگ میں ہوگے۔ اور یہ سود خوروں کے لئے ایک زبردست دھمکی ہے اور سود کے جرم کی سختی کا ایک واضح بیان ہے، اور کون ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قبائل ثقیف نے کہا: **[لا يد لنا بحرب الله تعالى ورسوله]** "ہم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے"۔ اور انہوں نے بنی مغیرہ سے اپنے سود کا مطالبہ کیا تھا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت بنی عمرو بن عمیر بن عوف ثقفی اور اس کے بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا بنو مخزوم کے بنی مغیرہ پر سُود تھا، وہ جاہلیت میں بنی مغیرہ کو قرض دیتے تھے

اور اسلام کے بعد ثقیف نے اپنا وہ سُود طلب کیا جو ان کا بنی مغیرہ پر تھا اور وہ بہت بڑا مال تھا۔ تو بنو مغیرہ نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا: **والله لا نعطي الربا في الإسلام وقد وضعه الله تعالى ورسوله عن المسلمين** "اللہ کی قسم ہم اسلام میں سود نہیں دیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے مسلمانوں سے ختم کر دیا ہے"۔ تو معاذ بن جبل کو ان کے معاملے کی خبر ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ عتاب بن اسید نے - وہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے والی تھے - رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں لکھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنْ الرِّبَا**﴾ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو"، تو رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں انہیں لکھا، **أن أعرض عليهم هذه الآية فإن فعلوا فلهم رؤوس أموالهم وإن أبوا فآذنهم بحرب من الله ورسوله** "انہیں یہ آیت پیش کرو، پس اگر وہ مان جائیں تو ان کے لیے ان کا اصل سرمایہ ہے، اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی اطلاع دے دو"۔

اور ابو یعلیٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثقیف نے وہ بات کہی جو ہم نے پہلے ذکر کی: **لا يد لنا بحرب الله تعالى ورسوله** "ہم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کی سکت نہیں ہے"۔

6۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں ربا کی قطعی ممانعت کو واضح کر دیا، اور یہ بیان کیا کہ سود پر کام کرنے والوں کو صرف ان کی اصل رقم واپس کی جائے گی تاکہ نہ تو کسی پر ظلم ہو اور نہ ہی کوئی ظلم کرے۔ اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک خاص صورتحال کا ذکر کیا، اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ قرض دار مالی طور پر تنگ دست ہو، اور وہ قرض دہندہ سے لی گئی اصل رقم واپس کرنے سے قاصر ہو۔

یہ مسئلہ اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے، جس میں تنگ دست قرض دار کو اس کی مالی حالت بہتر ہونے تک کی مہلت دینے کا تقاضا کیا گیا ہے، تاکہ وہ قرض واپس کر سکے۔ نیز یہ کہ، اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرض دہندگان کو صرف مہلت دے دینے سے بھی آگے بڑھ کر مزید نرمی دکھانے کی ترغیب دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ وہ قرض کے کچھ حصہ کو یا پورے قرض

کو معاف کر دیں۔ ایسا عمل نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی خیر کو یقینی بنائے گا کیونکہ اس سے وہ اجرِ عظیم اور ثواب کا مستحق ہو گا۔

جاہلیت کے دور میں، اگر کوئی قرض دار اپنا قرض ادا نہ کر پاتا تو اسے قرض کی ادائیگی کے عوض غلام بنا کر بیچ دیا جاتا تھا۔ تاہم، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت اور اسلام کے اس عظیم دین کے انصاف کی بدولت، تنگ دست قرض دار کو مہلت دی گئی، تاکہ ان کی مالی حالت بہتر ہو سکے اور وہ اپنا قرض ادا کر سکیں۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اس کے علاوہ، قرض دہندگان کو بھی نہ صرف مہلت دینے کی ترغیب دی گئی، بلکہ قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرض معاف کر دینے پر اجر کا ذکر کیا گیا۔ بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

جہاں تک ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ﴾ **"اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو کشادگی ہونے تک مہلت دے دو"** کی بات ہے، یہاں ﴿**كان**﴾ فعل کی مکمل (ماضی) شکل ہے، جس کا معنی ہے "اگر موجود ہو"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قرض دار تنگ دست ہو تو اسے مہلت دی جانی چاہیے جب تک کہ وہ ایسی مالی حالت تک نہ پہنچ جائے جہاں وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔

جہاں تک ﴿**عُسْرَةٍ**﴾ "مشکل" کا تعلق ہے، یہ مالی مشکلات کی حالت کو ظاہر کرتا ہے جو مال کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ **"جيش العسرة"** (تنگ دستی کا لشکر) میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ﴿**مَيْسَرَةٍ**﴾ "آسانی" کا مطلب ہے دولت یا مالی استطاعت، جو اس حالت کو ظاہر کرتا ہے جہاں قرض واپس کرنے کے لیے ضروری وسائل موجود ہوں۔

چونکہ ﴿**كان**﴾ ایک مکمل فعل کی صورت ہے، اس لیے مہلت دینے کا حکم صرف رِبا کے معاملات سے متعلق قرض داروں تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ان تمام قرض داروں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو مالی طور پر قرض کی ادائیگی سے قاصر ہوں اور قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔ اگر یہ آیت صرف رِبا سے متعلق افراد کے بارے میں ہوتی، تو اس میں **وَإِنْ كَانَ ذا عسرة** کے الفاظ استعمال ہوتے، جس میں 'ذا' کی ضمیر ہوتی جو رِبا کی رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے والے قرض دار کی طرف اشارہ کرتی۔ تاہم، آیت میں الفاظ ﴿**وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ**﴾ **"اور اگر کوئی تنگ دست ہو"**، عمومی معنی

میں استعمال کیے گئے ہیں، جو کہ کسی بھی ایسے قرض دار پر لاگو ہوتے ہیں جو مالی طور پر قرض کی ادائیگی سے قاصر ہو۔

اس مفہوم کو اس حقیقت سے بھی تقویت ملتی ہے کہ **ذو عسرة** ایک نکرہ (عمومی) اسم ہے جو جملے کی مشروط حالت میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح تمام تنگ دست قرض داروں پر لاگو ہوتی ہے، نہ کہ صرف مخصوص معاملات کے قرض داروں پر جیسا کہ رِبا کے قرض دار۔

یہ آیت رِبا کے ختم کئے جانے سے قبل ربا کے معاملات سے متعلق افراد کے بارے میں نازل ہوئی تھی، اور اسلام نے رِبا کو ختم کر دیا اور اصل رقم کی ادائیگی کا حکم دیا جبکہ رِبا کو حرام قرار دے دیا۔ جیسا کہ الکلبی نے اپنی روایت میں ذکر کیا ہے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بنو المغیرہ نے بنو عمر سے کہا، **نحن اليوم أهل عسرة فأخرونا إلى أن ندرك الثمر** "ہم فی الحال مالی مشکلات میں ہیں؛ ہمیں فصل کی کٹائی تک کی مہلت دے دو"۔

تاہم، بنو عمر نے انہیں مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ واقعہ بنی المغیرہ اور بنو عمر کے مابین رِبا کے معاملات کے حوالے سے متعلق مکمل تفصیل کو بیان کرتا ہے، جس پر گزشتہ آیت کی تفسیر میں بات کی گئی تھی۔ اس طرح، یہ آیت خاص طور پر رِبا کے معاملات میں اصل رقم کی واپسی کے مطالبے کے حوالے سے نازل ہوئی تھی۔

تاہم، یہ قاعدہ شریعت کے اس اصول (قاعِدہ) سے استنباط کیا گیا ہے کہ، **العِبرةُ بعُمومِ اللَّفظِ لا بخُصوصِ السَّبَبِ** "بیان کا اعتبار الفاظ کی عمومیت پر ہوتا ہے، نہ کہ سببِ نزول کی خصوصیت پر"۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، ﴿**ذُو عُسْرَةٍ**﴾ "تنگ دستی کی حالت میں مبتلا شخص" ایک عمومی اصطلاح ہے۔ اس لیے یہ حکم کسی بھی تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کے لیے لاگو ہوتا ہے، چاہے قرض رِبا کی اصل رقم سے متعلق ہو یا کسی اور قسم کے قرض سے متعلق ہو۔

جہاں تک ﴿**فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ**﴾ "تو آسانی کی حالت ہونے تک مہلت دے دو" کا تعلق ہے، تو حرفِ عطف "ف" ربط میں اس مشروط جملے ﴿**وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ**﴾ کے جواب سے متعلق ہے۔ لفظ "نظرة" کا معنی ہے "ملتوی کرنا" یا "مہلت کا وقت"، اور یہ ایک اسمی خبر ہے جس کا فاعل ضمنی طور پر مراد ہے، یعنی "یہ تم پر لازم ہے کہ مہلت دے دو"۔

یہاں مہلت دینا فرض ہے۔ اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے جو فوراً اس کے بعد آتا ہے، **﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ﴾** **"اور اگر (قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے"**۔ اس کا یہ مفہوم ہے کہ ابتدائی حکم، **﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ﴾** **"اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو کشادگی ہونے تک مہلت دے دو"** لازمی فرض ہے۔ اس کا استدلال اس بات میں ہے کہ اس کے بعد **﴿تَصَدَّقُوا﴾** "صدقہ دو" کا ذکر آیا ہے۔ فقہی اصولوں کے مطابق، جب کسی کام کا حکم دیا جائے اور اسی قسم کے کسی دوسرے کام کو نفل عمل کے طور پر پیش کیا جائے، تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ ابتدائی حکم فرض ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص کہے **"یہ صفحہ لکھو، پھر نفلی طور پر ایک اور صفحہ لکھ دو"**، تو اس عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ پہلا حکم "یہ صفحہ لکھو" فرض ہے، جیسا کہ اس کے بعد والے نفل عمل سے نشاندہی ظاہر ہوتی ہے۔ اسلامی فقہ کے اصولوں میں اس اصول کو شریعت کے فقہی قرائن کے مطالعہ میں واضح کیا گیا ہے۔ ایک تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کے علاوہ صدقہ دینے کا مطلب ہے قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرض معاف کر دینا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ **﴿وَأَنْ تَصَدَّقُوا﴾** **"اور اگر (قرض) بخش دو" سے مراد صرف مہلت دے دینا ہی ہے**، کیونکہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ذکر کیے گئے ہیں اور حرف عطف سے جڑے ہوئے ہیں، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ بعد والا عمل پہلے عمل کا اضافی حصہ ہے۔ بالفاظ دیگر، اس کا مطلب ہے کہ مہلت دینے کے **علاوہ** کچھ اضافی بھی کرنا ہے، جیسا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ **"زکوٰۃ دو اور صدقہ بھی دو"**۔ اس عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ فرض تو زکوۃ دینا ہے اور اس کے علاوہ صدقہ دے دینا نفل عمل ہے۔

جہاں تک **﴿إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾** **"اگر تم جانتے ہو"** کا تعلق ہے، تو جملے میں دی گئی شرط **اِن** کے جواب کو حذف کیا گیا ہے لیکن اسے سمجھا جا سکتا ہے: "اگر تم یہ جان لیتے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس قدر اجرِ عظیم اور ثواب ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کسی تنگ دست قرض دار کی مشکلات کو دور کرتے ہیں اور ان کے قرض کا کچھ حصہ معاف کرتے ہیں، تو تم فوراً ایسا کرنے کی کوشش کرتے"۔ یہ مشروط جواب کا مفہوم ہے۔

امام احمدؒ نے اپنی مسند میں رِبعِی سے مروی یہ روایت کی ہے، جو کہتے ہیں کہ ابو الیسر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي ظِلِّهِ»** "جو شخص کسی تنگ دست قرض دار کو مہلت دیتا ہے یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کرتا ہے، تو اللہ عزوجل اسے اپنے (عرش کے) سایہ تلے پناہ دے گا"۔

ایک اور روایت میں اس میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں، **«يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ»** "اس دن جب کوئی سایہ نہیں ہو گا سوائے اس کے (عرش کے) سایہ کے"۔ امام احمدؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«من أراد أن تستجاب دعوته وأن تكشف كربته فليفرج عن معسر»** "جو شخص چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی مشکلات دور ہوں، تو وہ کسی تنگ دست قرض دار کا بوجھ ہلکا کرے"۔ امام احمدؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«من أنظر معسراً أو وضع له وقاه الله من فيح جهنم»** "جو شخص کسی تنگ دست قرض دار کو مہلت دیتا ہے یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی تپش سے محفوظ رکھے گا"۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ تنگ دست قرض دار، یعنی وہ قرض دار جسے مہلت دی جانی چاہیے، اس کی تعریف کے حوالے سے بعض فقہی آراء پائی جاتی ہیں۔ میری رائے میں سب سے زیادہ قائل کرنے والی رائے یہ ہے کہ تنگدست قرض دار وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس اپنی **بنیادی ضروریات** جیسے کہ کھانا، لباس اور رہائش پوری کرنے کے علاوہ کوئی زائد دولت نہ ہو۔ یہ تعریف ان الفاظ کے مفہوم پر مبنی ہے، **أعسر فلان** "فلاں شخص تنگدست ہو گیا"، جس سے مفہوم یہ نکلتا ہے کہ **وہ شخص غریب ہے**۔ لہٰذا، کسی تنگدست قرض دار کو غریب شخص کے مترادف سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک غریب شخص وہ ہوتا ہے جس کے پاس اپنی ضروری بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے مال نہ ہو۔ اگر کسی کے پاس اپنی بنیادی ضروریات سے زائد مال ہو تو وہ غریب نہیں کہلاتا، اور یوں نتیجتاً وہ تنگدست بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا، وہ شخص مہلت کا حق صرف اسی صورت میں رکھتا ہے جب تک کہ اس کا مال اس کی **ضروری بنیادی ضروریات** سے زائد نہ ہو۔

"تنگ دست" کا لفظ اس شخص پر لاگو نہیں ہوتا جو اپنی **معمول کی ضروریات** سے زائد دولت سے محروم ہو۔ **معمول کی ضروریات** سے مراد ہے کسی شخص کی روزمرہ زندگی کے معیار سے متعلق اشیاء جیسے کہ ایک گاڑی کا مالک ہونا، ملازم رکھنا، مختلف قسم کے لباس پہننا، اور مختلف قسم کے کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال کرنا۔ یہ تمام اشیاء بنیادی ضروریات کے علاوہ کی اشیاء ہیں، جبکہ بنیادی ضروریات میں یہ شامل ہیں، 1- زندہ رہنے کے لئے خوراک کا کافی ہونا، 2- لباس کا ہونا جو تن کو ڈھانپے اور عفت کی حفاظت کرے۔ 3- رہائش جو تحفظ اور بنیادی رہائشی حالات فراہم کرے۔

جہاں تک مختلف خوراک اور لباس کا تعلق ہے، تو صرف وہی چیزیں ضروری سمجھی جاتی ہیں جو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہوں۔ اگر کسی شخص کے پاس اپنی ضروریات سے زائد مال ہو، جیسے کہ گاڑی کا مالک ہونا، اضافی گھر، زمین کا ٹکڑا، یا کسی بھی قسم کا اضافی مال، تو قرض دہندہ کو حق حاصل ہے کہ وہ قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرے اور ایسی حالت میں مہلت نہ دے۔

ایسی صورت حال میں، قرض دہندہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانونی دعویٰ دائر کر کے قرض دار کے اضافی مال سے اپنا دیا گیا قرض وصول کرے۔

7- یہ آخری آیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن کی یاد دہانی ہے، جب ہر شخص اللہ کی طرف لوٹے گا، حساب کتاب ہو گا، اور اسے انصاف کے مطابق جزا ملے گی۔ جس کسی نے بھی اچھا عمل کیا ہو گا، وہ اجر پائے گا، اور جس نے برا عمل کیا ہو گا، اسے سزا ملے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ **"اس دن کوئی ظلم نہیں ہو گا"** (سورۃ غافر: 40:17)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **﴿ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ "پھر ہر نفس کو اس کے کیے کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا"**(البقرۃ: 2:281)۔

جہاں تک **﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا﴾** "اور اس دن سے ڈرو" کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ اس دنیا میں گناہوں سے دور رہ کر اور اپنے اچھے اعمال میں اضافہ کر کے اس دن کے عذاب سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ شاید اسی وجہ سے اس آیت مبارکہ کو سُود سے متعلق آیات کے بعد رکھا گیا ہے، تاکہ سُود کے گناہ کی شدت کو واضح کیا جا سکے، کیونکہ یہ اللہ کے غضب اور جہنم کی آگ کا سبب بنتا ہے۔ جو شخص بھی اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہو، **﴿اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾ "تم اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سُود باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو"۔**

اور جو شخص قیامت کے دن کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے، **﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ﴾ "اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے"**۔ وہ دن جو کہ (اپنی شدت سے) بچوں کے بالوں کو بھی سفیدی میں بدل دے گا، اس دن جو شخص بھی اللہ کی رضا کا طلبگار ہو، تو اسے سُود جیسے قبیح جرم کو چھوڑ دینا چاہیے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ میں شامل ہونے سے بچنا چاہیے۔ اس کے بجائے، اسے چاہئے کہ جب وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ملاقات کرے تو اللہ ان سے راضی ہو، تاکہ وہ اس قادرِ مطلق، عادل اور بزرگ و برتر سے اجر و ثواب حاصل کر سکے۔ یہ آیت مبارکہ قرآنِ مجید کی نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں باب **"باب موكل الربا"** "سُود لینے والے کے بارے میں باب" میں ذکر کیا ہے،

**﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ﴾** "اس دن سے ڈرو جب تم سب اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے کیئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، **هذه آخر آية نزلت على النبي** "یہ وہ آخری آیت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی"۔

ابن جریرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، **"آخر آية نزلت في القرآن، ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ﴾** "قرآن پاک کی نازل ہونے والی آخری آیت، **"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے کیئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا"۔**

ابن جریجؒ نے کہا، **يقولون إن النبي ﷺ مكث بعدها تسع ليال وبدأ يوم السبت ومات ﷺ يوم الاثنين** "وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہفتہ (کے دن سے) سے لے کر پیر (کے دن تک) نو راتوں تک زندہ رہے تھے"۔

ابن ابی حاتمؒ نے بھی سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا، **"آخر ما نزل من القرآن كله ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ﴾** "قرآن کریم کی تمام آیات میں سے آخری نازل ہونے والی آیت یہ ہے: **"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے کیئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا"۔** اس کے بعد انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد نو راتوں تک زندہ رہے تھے اور پھر پیر کے دن ان کا انتقال ہوا۔

ابن مردویہ نے سعید بن جبیرؒ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، **"آخر شيء نزل من القرآن ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ... ﴾"** "قرآن کی آخری نازل ہونے والی آیت یہ ہے، **"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے..."**

القرطبی نے ذکر کیا ہے کہ ابو صالح نے ابن عباسؓ سے روایت کیا، **آخر ما نزل من القرآن، ﴿وَاتَّقُوا**

**يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ﴾ فقال جبريل للنبي ﷺ ، يا محمد ضعها على رأس ثمانين ومائتين من البقرة** "قرآن کی آخری آیت جو نازل ہوئی تھی، وہ یہ ہے، **"اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا"۔** پھر جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، **"یا محمد ضعها على رأس ثمانين ومائتين من البقرة"** "اے محمد ﷺ! اس آیت کو سورۃ البقرۃ کی آیت 281 پر رکھیں"۔

قرطبیؒ نے ایک اور روایت بھی ذکر کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **" اجعلوها بين آية الربا وآية الدين"** "اس (آیت کو) سُود کی آیت اور قرض کی آیت کے درمیان میں رکھو"۔ یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے ساتھ متناقض نہیں ہے، جہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، **" آخر ما نزل على رسول الله ﷺ آية الربا"** "آخری آیت جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی وہ سُود کے بارے میں آیت تھی"۔

امام احمدؒ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، جنہوں نے فرمایا، **من آخر ما نزل آية الربا** "(قرآن مجید کی) نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ایک آیت سُود کے بارے میں تھی"۔

ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا، **من آخر القرآن نزولاً آية الربا** "(قرآن مجید کی) نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ایک آیت سُود کے بارے میں تھی"۔

ان روایات کے درمیان تعلق اس طرح سے کیا جاتا ہے؛ سُود کے بارے میں آیات نازل ہوئیں، اور پھر اس کے بعد آخری آیت نازل ہوئی، **﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ... ﴾ "اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے..."**

یوں اس طرح ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان روایات کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ تھی، **﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ... ﴾ "اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے..."**، جبکہ قرآن کی نازل ہونے والی آخری آیات میں سُود کے بارے میں آیات شامل تھیں، جیسا کہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن مردویہ کی روایات میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

جہاں تک صحیح بخاری میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ، " **آخر ما نزل آية الربا** " "جو آخری آیت نازل ہوئی وہ سُود کے بارے میں آیت تھی"، اسے دوسری روایات کی روشنی میں اس طرح سمجھا جاتا ہے کہ "یہ (قرآن مجید کی) نازل ہونے والی آخری آیات میں سے ایک آیت تھی"۔ یہ فہم وحی کے نزول کے مطابق ہے، جہاں سُود کی آیات کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، ﴿**وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ...**﴾ "**اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے**..."

لہٰذا، یہ کہنا درست ہے کہ جو آخری آیات نازل ہوئیں ان میں سُود کی آیت بھی شامل ہے، اور ساتھ ہی یہ آیت بھی ﴿**وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ...**﴾ "**اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے**..."

نتیجہ یہ کہ، جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے، ﴿**وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ...**﴾ "**اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کی طرف واپس لوٹائے جاؤ گے**..." یہ آیت، رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق قرآن مجید میں سُود کی آیات کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت 281 میں اپنی جگہ رکھی گئی۔

[فہرست](#)

# مسلمان حکمرانوں کی جانب سے غزہ کے باشندوں کو جبری طور پر منتقل کرنے کے منصوبے کی مذمت، ان کی بے حسی کے داغ کو نہیں مٹا سکتی

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس

بیشک، مسلمان حکمرانوں اور ان کی افواج کی جانب سے غزہ کے عوام اور مجموعی طور پر فلسطین کے باشندوں کو ارضِ مقدس فلسطین پر یہودی وجود کے قبضے کے 78 سال سے زائد عرصے تک، بے یار و مددگار چھوڑنا ایک ایسی بڑی عار ہے جسے ان کی جانب سے وہاں کے باشندوں کو جبری طور پر منتقل کرنے کی مذمت ہرگز نہیں مٹا سکتی۔ یہ حکمران اپنی اس عظیم بے حسی کو بھول رہے ہیں جو انہوں نے گزشتہ پندرہ مہینوں سے روا رکھی ہوئی ہے۔ متعدد ممالک نے ارضِ مقدس فلسطین کے باشندوں کو غزہ کی پٹی سے جبری طور پر منتقل کرنے کے منصوبوں کو مسترد کیا ہے، جن میں تازہ ترین نام ترک صدر رجب طیب اردگان کا ہے۔ پیر کے روز انہوں نے کہا: "کوئی بھی فلسطینی عوام کو جبری ہجرت کی نئی مصیبت کی طرف نہیں دھکیل سکتا"۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ""اسرائیل" کی ذمہ داری ہے کہ وہ غزہ کی تعمیرِ نو کا تمام تر بوجھ اکیلے اٹھائے" اور خبردار کیا کہ "فلسطینی عوام پر جبری ہجرت کی نئی مصیبت مسلط کرنے کی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا"۔ ان سے قبل، قریب اور دور کے، مختلف اسلامی ممالک کے حکام نے بھی ایسا ہی بیان دیا تھا اور ان میں سب سے پہلے اردن اور مصر کے حکمرانوں نے اس منصوبے کو مسترد کیا تھا، جب ٹرمپ نے ان دونوں سے غزہ سے ہجرت کرنے والوں کو قبول کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس کے بعد بن سلمان، وزیراعظم پاکستان اور وزیر خارجہ "محمد اسحاق ڈار" جیسے دیگر حکمرانوں نے بھی اس کی مخالفت کی۔ "محمد اسحاق ڈار" نے "اسرائیلی وزیراعظم کے فلسطینیوں کو سعودی عرب منتقل کرنے" کے بیان کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ "فلسطینی عوام کو ان کی آبائی سرزمین سے بے دخل کرنے یا جبری طور پر منتقل کرنے کی کوئی بھی کوشش ناقابل قبول ہے"۔

ان حکمرانوں سے اس سے زیادہ کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی جو وہ عام طور پر کرتے ہیں، یعنی مذمت کرنا یا ایسی کانفرنسوں میں، اجلاسوں کا مطالبہ کرنا جن میں وہ قوم کے لاکھوں پیسے اپنی عیش و عشرت اور تفریح پر خرچ کرتے ہیں، اور ان اجلاسوں سے اسلام، مسلمانوں اور امت کے مسائل کو نقصان پہنچنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر، ترکی کے حکمران اردگان سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ غزہ کے باشندوں کی مدد کرے گا جب کہ اس نے پندرہ مہینوں سے ان کو بے یار و مددگار چھوڑا ہوا ہے؟! اور وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے جب کہ ترکی نیٹو کے صلیبی اتحاد میں واحد اسلامی ملک ہے، اور اس نے اپنی حکومت کے دوران یہودی وجود کے ساتھ 60 معاہدوں پر دستخط کیے ہیں، اور ترکی میں یہودی وجود کے دو فوجی اڈے (قونیہ اور ازمیر میں) موجود ہیں، اور یہودی وجود اور

ترکی کے درمیان تجارتی تبادلہ 2022 میں 9 بلین ڈالر سے تجاوز کر گیا، اور ہر سال یہودی وجود سے 500,000 سے زیادہ سیاح ترکی کا دورہ کرتے ہیں، اور ترکی، یہودی وجود کے سیاحوں کو بغیر ویزا کے داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے، جبکہ ارضِ مقدس فلسطین کے باشندوں پر پیشگی ویزا کی شرط عائد کرتا ہے۔ اور ترکی میں دنیا کی دوسری سب سے بڑی اسرائیلی فوجی فیکٹری موجود ہے... تو کیسے کوئی عقل مند انسان یہ یقین کر سکتا ہے کہ ترکی کے حکمران کی مذمت غزہ کے باشندوں کے لیے کوئی فتح ہے یا ٹرمپ کے خوابوں کو مسترد کرنا ہے؟!

ایک اور شرمناک مثال پاکستان کی ہے، جو واحد اسلامی ملک ہے جس کے پاس جوہری ہتھیار اور بیلسٹک میزائل ہیں جو جوہری وارہیڈ لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور پاکستان، ان میزائلوں میں سے چند ایک کے ذریعے ہی یہودی وجود کو نیست و نابود کر سکتا ہے، حالانکہ ان کے شیطانی وسوسوں کو ختم کرنے کے لیے ایک میزائل ہی کافی ہے! تو کیسے کوئی عقل مند انسان یہ یقین کر سکتا ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم کی جانب سے محض جبری ہجرت کے خیال پر مذمت یا ناراضگی ایک مخلصانہ موقف ہے، جب کہ انہوں نے غزہ میں دسیوں ہزار بے گناہوں کے قتل پر کوئی حرکت نہیں کی، اور ایک میزائل داغنے کے لیے اپنی انگلی تک نہیں ہلائی؟! باقی عرب اور مسلمان حکمرانوں کا حال بھی ترکی اور پاکستان کے حکمرانوں سے مختلف نہیں ہے، اور ان کے موقف پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ سب منافق اور جھوٹے ہیں، اور وہ صرف وہی کہتے ہیں جس کی اجازت انہیں وائٹ ہاؤس میں بیٹھا ان کا آقا دیتا ہے، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔

ارضِ مقدس فلسطین کے حوالے سے اسلامی ممالک اور ان کی افواج پر عائد فرض یہ نہیں ہے کہ وہ وہاں کے باشندوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جبری طور پر منتقل کرنے کی مذمت کریں، بلکہ ان پر فرض یہ ہے کہ وہ اپنی افواج کو اسے آزاد کرانے کے لیے حرکت میں لائیں اور وہاں کے باشندوں کا بدلہ لیں جنہیں قتل کیا گیا، تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور قید کیا گیا۔ اور یہ صرف ان غدار حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکنے سے ہی ممکن ہے جنہیں مغرب نے امت کی گردنوں پر مسلط کر رکھا ہے، اور وہی یہودی وجود کو امت کے غضب سے بچاتے ہیں۔ یہ اس خلیفہ راشد کو مقرر کرنے سے ممکن ہو گا جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت کرے اور مسلمانوں کی افواج کی قیادت کرتے ہوئے ارضِ مقدس اور مسجد اقصیٰ کو دوبارہ امت مسلمہ کی آغوش میں لے آئے۔ اس لیے امت کی افواج میں موجود مخلص افراد پر لازم ہے کہ وہ حزب التحریر کو دوسری خلافت راشدہ کے قیام کے لیے مدد فراہم کریں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا، اور اپنے آپ کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچا لیا۔ اور اگر وہ تاخیر کرتے ہیں تو اللہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرنے اور مسجد اقصیٰ کو آزاد کرانے کے اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ **﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ * يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾** "ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں

گے اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت اور برا گھر ہے"(سورۃ غافر: آیت 52-51)۔

فہرست

# اے ٹرمپ اور تمہارا پیروکار نیتن یاہو: گھمنڈ نے تمہیں اندھا کر دیا ہے

## ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ "اور دھوکے باز (شیطان) نے اللہ کے بارے میں تمہیں دھوکے میں رکھا" (الحدید:14)

## تم اور تمہارے بغل بچے یہود اپنے روم وفارس کے پیش روؤں کے انجام کو بھول گئے ہیں!

حزب التحریر

ٹرمپ اور اس کے حواری مسلسل ٹرمپ کے دعوؤں کو دہرا رہے ہیں کہ وہ غزہ خرید لے گا اور یہ اس کی ملکیت ہو گی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ "کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے، یہ محض جھوٹ بول رہے ہیں" (سورۃ الکھف:5)۔

بی بی سی نے 10 فروری 2025 کو رپورٹ کیا: "آج امریکی صدر ٹرمپ نے ایک بار پھر اپنے اس منصوبے کی تصدیق کی کہ امریکہ غزہ پر قبضہ کرے گا اور فلسطینیوں کو وہاں سے نکال دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ وہ غزہ کو خریدنے اور اس کی ملکیت لینے کے لیے پُرعزم ہے۔ یہ بیان اتوار کی شام ایئر فورس ون طیارے میں دیا گیا، جب وہ نیو اورلینز میں سپر باؤل میچ دیکھنے جا رہا تھا"۔

پھر 11 فروری 2025 کو اردن کے بادشاہ کے استقبال کے دوران، ٹرمپ نے کہا: "فلسطینی اور وہ لوگ جو اس وقت غزہ میں رہ رہے ہیں، کہیں اور بہت اچھے طریقے سے رہیں گے، غزہ میں نہیں، اور مجھے یقین ہے کہ ہم کسی حل پر پہنچ سکتے ہیں"، جیسا کہ وہ تصور کرتا ہے۔ ٹرمپ نے مزید کہا، "ہم غزہ کا صحیح طریقے سے انتظام کریں گے، لیکن ہم اسے خریدنے نہیں جا رہے" (رائٹرز)۔ "رائٹرز" کے مطابق، جب اسرائیل کی طرف سے مغربی کنارے کو ضم کرنے کے بارے میں ٹرمپ سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ "یہ (اقدام) کام کرے گا" (رائٹرز–اِرم نیوز، 11 فروری 2025)۔ اسی طرح، اس سے

پہلے ٹرمپ نے یہ بھی کہا تھا کہ "جب جنگ ختم ہو جائے گی تو اسرائیل غزہ کو امریکہ کے حوالے کر دے گا" اور اس نے توقع ظاہر کی کہ "امریکہ طویل مدت کے لیے غزہ کا مالک ہو گا"۔ (الجزیرہ، 6 فروری 2025)۔

بے شک یہ شخص اپنی آمریت کے جنون میں مبتلا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ گمان کرتا ہے کہ غزہ اس کی ذاتی ملکیت ہے یا اس کے بغل بچے نیتن یاہو کی جاگیر ہے، اور وہ غزہ کو بیچنے، خریدنے یا نیتن یاہو کے حوالے کرنے کا اختیار رکھتا ہے! ایسا لگتا ہے کہ اس کی آمریت نے اس کی عقل چھین لی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

وہ بھول گیا، یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا ہے، کہ اس کے پیشروؤں کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ اس سے پہلے فارس کے بادشاہ اور روم کے قیصر اپنی آمریت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جب کسریٰ کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا علم ہوا تو اپنے غرور میں اندھا ہو کر اس نے اپنے کارندوں میں سے ایک کو کہلا بھیجا: "جزیرۂ عرب جا کر (معاذاللہ) محمد کا سر میرے پاس لے آؤ!"۔ ابنِ ہشام نے السیرۃ النبویہ میں نقل کیا ہے کہ کسریٰ نے باذان کو خط لکھا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش کے ایک آدمی نے مکہ میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور اسے قابو میں کرو، اگر وہ باز آ جائے تو بہتر، ورنہ اس کا سر میرے پاس بھیج دو"۔ لیکن اس کے غرور اور ظلم کی انتہا کا انجام یہ ہوا کہ اس کی سلطنت ختم ہو گئی، اس کا اقتدار مٹ گیا، اور پھر اسلامی لشکروں کے ہاتھوں فارس فتح ہو کر اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔ روم کے قیصر نے بھی مسلمانوں کے خلاف یرموک کی جنگ میں ایک عظیم لشکر تیار کیا، لیکن وہ ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا۔ شام سے بھاگتے ہوئے اس نے حسرت سے کہا: "سلام ہو تم پر، اے شام! ایسا سلام کہ اب دوبارہ ملاقات نہ ہو گی"۔ وہ قسطنطنیہ واپس چلا گیا، یہاں تک کہ قسطنطنیہ بھی فتح ہو کر اسلامی دارالحکومت بن گیا۔

جہاں تک حقیر یہودیوں کا تعلق ہے تو وہ کسی اہمیت کے حامل نہیں، بلکہ جہاں بھی رہے، ذلیل و خوار رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ﴾ "ان پر جما دی گئی خواری (ذلت) جہاں ہوں امان نہ پائیں مگر اللہ کی رسی اور آدمیوں کی رسی کے ذریعے، اور غضبِ الٰہی کے سزاوار ہوئے اور اُن پر جما دی گئی محتاجی" (آل عمران: 112)۔ یہود نے اللہ کی رسی کو اپنے انبیاء کی نافرمانی کے ذریعے توڑ دیا، اور اب ان کے پاس صرف انسانوں کی رسی باقی ہے، جو اللہ کے اذن سے جلد ہی کٹ جائے گی۔ وہ وقت آ کر رہے گا جب اسلام کے سپاہی، اپنے امام کی قیادت میں ان سے جنگ کریں

گے اور اس کے پیچھے پناہ لیں گے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ»** "بے شک امام ڈھال ہوتا ہے، اس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے تحفظ ملتا ہے"۔

**اے مسلمانو!** ٹرمپ اور اس کا ساتھی نیتن یاہو اپنی قوم کی تاریخ اور ان کی ذلت کو بھول گئے ہیں۔ وہ بھول گئے ہیں کہ جب مسلمانوں کی خلافت قائم تھی، تو ان کے آباؤاجداد اسلام کے سامنے سر جھکانے پر مجبور تھے۔ اس وقت ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسلامی سرزمین خریدنے کا خواب بھی دیکھ سکیں، چہ جائیکہ وہ غزہ ہاشم پر قبضہ کریں۔ بلکہ اسلامی سرزمین کا نام سن کر ہی ان کا سر تسلیم خم ہو جاتا تھا۔

آج وہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی خلافت سو سال سے زائد عرصے سے ختم ہو چکی ہے، مسلم ممالک ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان پر ان کے ایجنٹ رُوَيبِضَة حکمران مسلط ہیں۔ اسی وجہ سے ٹرمپ اعلان کرتا ہے کہ وہ اہلِ غزہ کو بے دخل کرے گا اور اس زمین کو خرید کر اپنی ملکیت بنائے گا۔ مسلم حکمران اس اعلان پر کوئی فوج نہیں بھیجتے کہ غزہ کو آزاد کرائیں اور ٹرمپ کے منہ پر طمانچہ ماریں۔ بلکہ ٹرمپ ان کے منہ پر کہتا ہے کہ یہ (حکمران) اس منصوبے پر راضی ہو جائیں گے، اور جو کچھ بھی وہ چاہتا ہے اس پر بھی۔ اور جب ٹرمپ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ حکمران غزہ کی صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے خلاف آوازیں کیوں بلند کر رہے ہیں، تو وہ کہتا ہے: "وہ مان جائیں گے اور وہ میرے ساتھ ملاقات کے منتظر ہیں"۔ وہ اس کا کھلے عام اعلان کرتا ہے اور انہیں ملاقات کے لیے بلاتا ہے، لیکن یہ حکمران نہ تو بوجھل ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں شرمندگی ہوتی ہے!

**اے مسلمانو!** اسلامی خلافت واپس آئے گی اور مسلم ممالک میں ان رُوَيبِضَة حکمرانوں کا خاتمہ کرے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہ ہو کر رہے گا: ﴿**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ**﴾ "اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو نیک عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلافت سے نوازے گا جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو خلافت سے نواز چکا ہے" (سورۃ النور: 55)۔ اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں بھی بیان ہوا کہ اس جابرانہ دور کے بعد کے جس سے ہم گزر رہے ہیں، خلافت ایک بار پھر نبوت کے نقشِ قدم پر قائم ہو گی: **«...ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ**

اللهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ»"... پھر جابرانہ حکمرانی ہو گی، اور جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا، پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی پھر آپ خاموش ہو گئے"۔(مسند احمد)

لیکن جیسا کہ ہم متعدد بار یہ کہہ چکے ہیں اور فہم و ادراک والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ کی سنت یہ نہیں ہے کہ فرشتے آسمان سے اتر کر ہمارے لیے خلافت قائم کریں اور ہمارے دشمنوں سے قتال کریں جب کہ ہم آرام سے بیٹھیں رہیں، بلکہ اللہ اپنے فرشتوں کو اپنے اُن بندوں کی مدد و نصرت اور بشارت کے لئے نازل کرتا ہے جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے۔ ایسے مسلمان سپاہی جو صبر و استقامت سے دشمنوں سے لڑیں گے، اور پھر اللہ انہیں اپنی نصرت سے سرفراز کرے گا۔ تب ان کے حق میں اللہ کا وعدہ پورا ہوگا:﴿نَصْرٌ مِنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾"اللہ کیطرف سے مدد اور جلد ملنے والی فتح اور مومنوں کو خوشخبری سنادو"(سورۃ الصف:13)۔

الحمدللہ، خلافت کے دوبارہ قیام کی نشانیاں اس بات کا اشارہ دے رہی ہیں کہ اس کا وقت اب قریب ہے۔ کیونکہ یہ امتِ مسلمہ ایک زندہ اور متحرک امت ہے، جو خلافت کے قیام کے لیے کوشاں ہے اور اس کی حمایت کر رہی ہے، تاکہ اللہ کا وعدہ پورا ہو، اور پھر وہ اس خلافت کی حفاظت اور استحکام کے لیے بھی کمربستہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ﴾"تم بہترین امت ہو جس کو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔(سورۃ آلِ عمرن:110)

اور یقیناً اس امت میں ایک ایسا گروہ موجود ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہے، اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سچا ہے، مسلسل اور انتھک جدوجہد کر رہا ہے، دن رات ایک کر رہا ہے، یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت اس کے ہاتھوں پوری ہو جائے۔ وہ اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا، نہ ہی اس کا عزم کمزور پڑتا ہے اور نہ ہی اس کی ہمت ڈگمگاتی ہے، حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حالت میں ہو۔ گویا کہ یہ اس حدیث کا مصداق ہے جسے امام مسلم نے ثوبانؓ کے ذریعے روایت کیا:«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ...»"میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم

رہے گا، انہیں وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو انہیں تنہا چھوڑ دیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حال میں ہوں گے''۔

اسی طرح خلافت بھی، اللہ کے حکم سے، امت کے بیٹوں اور بیٹیوں کے ہاتھوں دوبارہ قائم ہوگی، اس جابرانہ حکمرانی کے بعد کہ جس میں ہم اس وقت جی رہے ہیں۔ پھر یہود کے وجود کو ختم کر دیا جائے گا اور فلسطین مکمل طور پر ایک بار پھر دارالاسلام بن جائے گا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيهود فَيَقْتُلُهُمْ الْمُسْلِمُونَ...»** ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہود سے جنگ نہ کریں گے، پھر مسلمان انہیں قتل کریں گے...''۔ بلکہ روم بھی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگا، جیسے قسطنطنیہ فتح ہوا تھا۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا: **بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَكْتُبُ إِذْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْمَدِينَتَيْنِ تُفْتَحُ أَوَّلاً قُسْطَنْطِينِيَّةُ أَوْ رُومِيَّةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَدِينَةُ هِرَقْلَ تُفْتَحُ أَوَّلاً يَعْنِي قُسْطَنْطِينِيَّةَ»** "ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: دونوں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہوگا، قسطنطنیہ یا روم؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا، یعنی قسطنطنیہ"۔

**اے مسلمانو!** یہ بہت بڑی بات ہے کہ مسلم ممالک یہودی وجود کے گرداگرد اس طرح ہیں جیسے کنگن کلائی کے گرد ہوتا ہے، اس کے باوجود آپ کی کوئی فوج ان سے لڑنے اور اس مقدس زمین کو ان کی ناپاکی سے پاک کرنے کے لیے حرکت میں نہیں آتی۔ یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ ٹرمپ کھلے عام غزہ کے لوگوں کو بے دخل کرنے کی بات کرتا ہے اور اسے مسلم حکمرانوں کی کوئی پرواہ نہیں جو یہودی وجود کے آس پاس موجود ہیں۔ اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ عرب اور مسلمان حکمران غزہ کے لوگوں کی بے دخلی کو مسترد کرتے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ وہ جلد یا بدیر اسے قبول کرلیں گے، اور یوں وہ انہیں شرمندہ کرتا ہے، لیکن پھر بھی ان حکمرانوں کی غیرت نہیں جاگتی۔ یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ وہ اتنا بھی حوصلہ نہیں رکھتے کہ امریکہ کا بائیکاٹ کریں یا کم از کم ٹرمپ سے ملاقات نہ کریں جو اپنے بیانات سے انہیں بے نقاب کر رہا ہے۔ اور اس سب کے باوجود وہ اسے مبارکباد دیتے ہیں، اور جب وہ انہیں بلاتا ہے تو وہ اس کے پاس جاتے ہیں اور اس کی باتیں فرمانبرداری سے سنتے ہیں۔

یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ مسلم افواج حرکت میں نہیں آتیں جبکہ وہ یہودیوں کے وحشیانہ حملوں کے نتیجے میں انسانوں، درختوں اور پتھروں کی تباہی دیکھ رہی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اپنے حکمرانوں کی اطاعت میں یہودیوں سے جنگ نہ کرنا انہیں بچالے گا، مگر ﴿يُرِيهِمُ اللهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ﴾ "اللہ انہیں ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا" اور وہ پچھتائیں گے، لیکن اس وقت پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا!"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾

"یقیناً اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو یا توجہ سے سنے اور حاضرِ ذہن ہو" (ق:37)

فہرست

# بھارتی حکام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لیے، جن میں حزب التحریر کے جوان بھی شامل ہیں، غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے 1967 کے قانون کو استعمال کر رہے ہیں

مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

حزب التحریر کے خلاف جاری اپنی مہم کے دوران، بھارتی نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی NIA نے 3 فروری 2025 کو بابا بحر الدین اور کبیر احمد علی یار کو گرفتار کر لیا۔ ان کو کئی ماہ تک ہراساں کرنے کے بعد بھارتی میڈیا نے رپورٹ کیا کہ وہ "دیگر افراد کے ساتھ مل کر تامل ناڈو میں حزب التحریر کے نظریات پھیلانے کی سازش کر رہے تھے، جو ایک کالعدم تنظیم ہے۔" بعد ازاں، حکام نے ان کے مقدمے کو ڈاکٹر حمید حسین کے جاری کیس سے جوڑ دیا، جو غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے 1967 کے قانون کے ایکٹ کے تحت درج کیا گیا ہے۔

جہاں تک ڈاکٹر حمید حسین کا تعلق ہے، وہ مکینیکل انجینئرنگ میں پی ایچ ڈی رکھتے ہیں اور معاشرے کے ایک قابل احترام رکن ہیں۔ انہیں مئی 2024 میں اظہار رائے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا، ان کا قصور اپنے افکار کا اظہار تھا، جیسے یہ کہ اسلام جمہوریت کو مسترد کرتا ہے، یا خلافت کی مثالی ریاست اپنے شہریوں کے امور کی دیکھ بھال کیسے کرتی ہے، چاہے ان کا تعلق کسی بھی نسل یا مذہب سے ہو، اور کس طرح اسلامی حل چھوٹی نسلی اقوام اور نچلی ذات کے دلتوں کو درپیش جبر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ تاہم، ان کے مثبت اور تعمیری خیالات کے باوجود، انہیں 1967 کے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون کے تحت ایک اہم مقدمے میں مرکزی ملزم ٹھہرایا گیا ہے!

بلاشبہ، یہ قانون ایک جابرانہ قانون ہے جسے بھارت کے حکمران احتساب سے بچنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ ایک ظالمانہ قانون ہے، جہاں حراست اور مقدمے کی کارروائی ہی دراصل سزا بن جاتی ہے۔ اس حقیقت کا اظہار اس امر سے واضح ہے کہ جرم ثابت ہونے کی شرح 2٪ کی حیران کن حد تک کم ہے۔

سن 2016 سے 2020 کے درمیان، اس قانون کے تحت 5027 مقدمات درج کیے گئے، جن میں 24134 افراد کو نامزد کیا گیا۔ لیکن صرف 212 افراد کو سزا دی گئی، جبکہ 386 کو بری کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 2016 سے 2020

کے درمیان، اس قانون کے تحت گرفتار کیے گئے 97.5٪ افراد جیل میں مقدمے کے انتظار میں رہے! کیا اس ظالمانہ قانون کو منسوخ کرنے کے لیے یہ ریکارڈ کافی نہیں ہے؟!

اور اپنے خوفناک ریکارڈ کے باوجود، جولائی 2019 میں حکام نے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام میں ترمیم کا بل پیش کیا، جس نے معاملات کو پہلے سے بھی بدتر بنا دیا۔ اس ترمیمی قانون کے تحت حکام کو یہ اختیار حاصل ہو گیا کہ وہ افراد کو قانونی کارروائی کیے بغیر ہی "دہشت گرد" قرار دے سکیں۔ اس درجہ بندی کے نتیجے میں سماجی بائیکاٹ اور ملازمتوں سے محرومی واقع ہو سکتی ہے۔ نہ تو ترمیمی بل اور نہ ہی اصل قانون دہشت گردی کی کوئی واضح تعریف فراہم کرتا ہے۔ اس طرح، ترمیمی بل حکومت کو ایک کھلا اختیار فراہم کرتا ہے کہ وہ عوام کو دبانے اور انہیں دہشت زدہ کرنے کے لیے "امن عامہ" کے نام پر کارروائی کرے۔ یہ ایک ایسا ظلم ہے جو برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں کے جابرانہ قوانین کا مقابلہ کرتا ہے، جو انہوں نے اپنے استبدادی قبضے کے دوران ہندوستان میں نافذ کیے تھے۔

بھارت میں فرقہ پرست حکمران 2019 کے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام (ترمیمی) قانون کو لاکھوں مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ جب مسلمانوں نے 2019 کے متعصبانہ شہریت ترمیمی قانون کے نفاذ کے خلاف آواز بلند کی، تو بھارتی حکمرانوں نے جواباً طلبہ اور مسلمان کارکنوں، بشمول ایک حاملہ خاتون، کو غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون کے تحت گرفتار کر لیا۔ کئی مسلمان اب بھی بغیر کسی مقدمے کے حراست میں ہیں۔ پھر اکتوبر 2024 میں، بھارتی حکومت نے سرکاری گزٹ میں ایک نوٹیفکیشن جاری کر کے حزب التحریر پر غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون 1967 کے تحت پابندی عائد کر دی۔

**اے اہلِ بھارت بالعموم، اور لیگل کمیونٹی و انسانی حقوق کی تنظیمیں بالخصوص!** بھارت کے حکمرانوں نے آپ کو تباہی، غربت، عدم تحفظ، تفریق، ظلم اور سماجی انتشار سے دوچار کر دیا ہے۔ پھر جب آپ میں سے کوئی اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتا ہے، تو حکمران اسے سزا دیتے ہیں۔ کیا آپ کے آباؤاجداد نے اسی کا تصور کیا تھا جب انہوں نے نوآبادیاتی ظلم سے آزادی کے لیے جدوجہد کی تھی؟! کیا یہی وہ مثال ہے جو آپ دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں؟ کوئی بھی قانون، چاہے وہ آسمانی ہو یا انسانی، ایسے ظلم کو قبول نہیں کر سکتا۔

**اے اہلِ بھارت!** ظالم کو نظر انداز کرنا اسے ظلم پر مزید ابھارتا ہے، جبکہ اس کے خلاف کھڑا ہونا ظلم کے خاتمے کی شروعات ہے۔

مسلمانوں، خصوصاً ہندوستان کے علماء! اپنے ارد گرد کے لوگوں کی مشکلات، غربت اور مصیبتوں کو دیکھیں۔ کیا آپ پر اپنے دین کے مطابق ان کی مدد کرنے کی ذمہ داری نہیں ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ کے آبا اجداد نے ہندوستان میں اسلام کے عدل سے حکومت کی اور کئی سو سال تک لوگوں کو امن و سکون دیا، جو انہوں نے اسلام سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بعد کبھی دیکھا۔ اور آج، صرف اسلام ہی ہندوستان کے لوگوں کو اس ظالمانہ نظام سے آزاد کر سکتا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ آپ کی نظر صرف اس ظالمانہ نظام میں حصہ داری تک محدود ہو، اس امید پر کہ آپ اپنے لیے کچھ سکون حاصل کر لیں گے؟ کیا یہ درست ہے کہ آپ پارلیمنٹ کی چند نشستوں کے پیچھے بھاگیں، بجائے اس کے کہ آپ ہندوستان میں اسلام کو قیادت کے طور پر دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کریں؟ کیا یہ درست ہے کہ ظالموں کو اسلام کی دعوت کو دبانے دیں اور آپ خاموش رہیں؟ آپ کمزور یا تھوڑے نہیں ہیں، آپ زیادہ ہیں اور طاقتور ہیں، اگر آپ اپنے دین کو مضبوطی سے تھامیں اور اللہ عزوجل پر بھروسہ کریں۔ حق کے دین اسلام کی دعوت ہی وہ واحد چیز ہے جو آپ کو یکجا کر کے ہندوستان میں تبدیلی لانے کی طاقت دے سکتی ہے۔ اٹھو، اے ہندوستان کے مسلمان، اللہ آپ کے ساتھ ہے۔

**﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾**

**"وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے، چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو"** (التوبہ آیت 32)

فہرست

# ہمارے چاروں طرف پھیلے تخلیق کے شواہد کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشادات

مصعب عمیر، پاکستان

## تخلیق کے عمل

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسی کئی آیات نازل کی ہیں جو اس طرف انسانوں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز پر اس پہلو سے غور کریں کہ یہ سب تخلیق کے عمل کا نتیجہ ہیں۔ ایسی بہت سی آیات وحی کے ابتدائی تین سالوں میں ہی نازل ہوگئیں۔ انہی آیات کے ذریعے ہی رسول اللہ ﷺ نے، دارِارقم میں ہونے والے حلقات میں، نومسلم صحابہ کرامؓ کی تثقیف(culturing) کی۔ تخلیق کے عمل کے بارے میں یہ آیات ہی ہیں جنھوں نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو اس طرح پکا کیا کہ وہ آخری زمانے تک آنے والی تمام نسلوں سے افضل واعلیٰ ہوگئے۔

چونکہ اللہ کی نازل کردہ وحی کا گہرا مطالعہ خلافت کی تعلیمی پالیسی کی اساس تھا، لہٰذا مسلمان انسان، کائنات اور حیات کی تخلیق کے بارے میں قرآنی تفسیر سے واقف تھے۔ یہ آیات ہی فتوحات کے استحکام کی اساس تھیں۔ انہی آیات کے ذریعے لوگوں کی صفوں کی تثقیف کی گئی اور غیر مسلموں کے دِلوں کو اسلام کے لیے کھولا گیا۔ اور اس موضوع میں مہارت کا عالم یہ تھا کہ عام شہری غیر مسلموں کو قائل کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ یہ اسی کی مثال ہے کہ انڈونیشیا کے لوگ عام مسلمان تاجروں کی دعوت کے ذریعے مسلمان ہو گئے جو وہاں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ شریعت کی رُو سے انڈونیشیا عشری زمین ہے۔

ایسی آیات پر غور کرنا اور ان میں موجود بے بہا حکمت سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے، خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب دنیا میں کئی لوگ ملحدین کے ہاتھوں گمراہ ہو رہے ہیں۔ تاہم کئی لوگ اپنے اردگرد نظر آنے والے تخلیق کے آثار کے بارے میں ایسے جواب کی تلاش میں ہیں جو عقل کو قائل کرنے والا ہو اور دلوں کے لیے اطمینان بخش ہو۔ یہ صورتِ حال مغرب کے مسلمانوں کے لئے ایک اچھا موقع ہے، جو غیر مسلموں کے درمیان رہتے ہیں اور ان کو اسلام کے روشن فکری پر

مبنی جواب سے روشناس کرا سکتے ہیں۔ یہ مسلم دنیا کے مسلمانوں کے لئے بھی ایک موقع ہے کیونکہ سوشل میڈیا نے طویل فاصلوں پر رابطوں کو ممکن بنا دیا ہے۔ یہ سب اُس خلافت کی واپسی سے پہلے کی بات ہے، جس میں ریاست کی طرف سے اسلام کی دعوت کے ذریعے اس طرح کی انفرادی سرگرمیوں کی پشت پناہی جائے گی۔

**ایک مربوط نظام**

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے: **﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاء فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاء وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں؛ عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں"** (البقرۃ:164)

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو کہا، **«وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيهَا» "افسوس ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اسے پڑھا اور اس کے بارے میں نہیں سوچا"**۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انسانیت کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے ارد گرد کی ہر چیز پر غور کریں۔ جب انسان تخلیق پر غور کرتا تو وہ کیا پاتا ہے؟ وہ ایک مربوط نظام پاتا ہے جو ان تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے جنہیں ہم اپنے چاروں طرف محسوس کرتے ہیں۔ ان تمام بڑی اور چھوٹی، ہلکی اور بھاری چیزوں کی کچھ حدود ہیں جو انہیں کنٹرول کرتی ہیں۔ یہ قوانین ان پر عائد کیے گئے ہیں پس وہ حد سے تجاوز نہیں کرتیں اور ایک معین کردہ طریقے کی مستقل طور پر پابندی کرتی ہیں۔ یقیناً، سب اشیاء محدود ہیں اور یہ ان تمام چیزوں میں واضح ہے نہ کہ صرف کچھ میں۔

ستاروں اور سیاروں کی نقل و حرکت پر غور کریں۔ آسمان اور زمین، جن میں ستارے اور سیارے بھی شامل ہیں جو ایک معین نظام کے مطابق اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں۔ اپنے بڑے حجم اور حرکت کے باوجود، وہ اپنے راستے سے انحراف نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہ نظام باریک بینی پر مبنی نہیں ہے؟ رات اور دن پر غور کریں۔ رات اور دن، ان کا ردو بدل اور دورانیہ، حالات، تاریکی اور روشنی میں فرق، ان کا نیند اور اور دوسری سرگرمیوں پر اثر۔ کیا کوئی عین مربوط نظام رات اور دن کو کنٹرول نہیں کرتا؟ بحری جہازوں اور سمندروں پر غور کریں۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں تبصرہ کیا: والفلك التي تجري في البحر الفلك: السفن۔ "الفلک وہ ہیں جو سمندروں پر تیرتے ہیں، یعنی کشتی"۔ انہوں نے مزید کہا کہ، تجرى على وجه الماء ووقوفها فوقه مع ثقلها "تاکہ وہ پانی کی سطح پر تیریں، اپنے وزن کے باوجود تیرتے رہیں"۔ یقیناً، پانی اور بحری جہاز کے حوالے سے ایک عین تنظیم موجود ہے، جس میں کوئی چیز تو کشتی کی مانند تیرتی ہے جب کہ کوئی اسی جیسی چیز وزن رکھنے کے باوجود ڈوب جاتی ہے۔

پھر پانی ہے جو آسمان سے زمین پر بارش کے طور پر نازل ہوتا ہے، زمین کو بنجر ہونے کے بعد اور پیلی زرد پڑ جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ اور زمین پر ایسے جانور پائے جاتے ہیں جو زمین کے پانی کے ذریعے اپنی نسل بڑھاتے اور زندگی گزارتے ہیں۔ اسی طرح ایسی ہوائیں چلتی ہیں جو بادلوں کو چلاتی ہیں، جگہ جگہ ایک خاص نظام اور انتظام کے مطابق بارش برساتی ہیں اس کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ امام قرطبی نے بیان کیا کہ، فسأله ابن عباس : هل سمعت كعب الأحبار يقول في السحاب شيئا ؟ قال: نعم ، قال : السحاب غربال المطر ، لولا السحاب حين ينزل الماء من السماء لأفسد ما يقع عليه من الأرض۔ "ابن عباسؓ نے کسی سے پوچھا: کیا آپ نے کعب الاحبار کو بادلوں کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے سنا ہے؟ آپ نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: اس نے کہا کہ بادل بارش کی چھلنی ہیں، اگر یہ بادل نہ ہوتے تو آسمان سے جب پانی نیچے آتا تو یہ زمین کو خراب کر دیتا"۔

جب ہم اپنے ارد گرد کی تمام چیزوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کا ادراک کرتے ہیں تو ان سے یہ واضح ہے کہ ایک نظام موجود ہے۔ ایک ایسا نظام کہ جس میں کوئی افراتفری یا خلل نہیں ہے، مدار کی خلاف ورزی نہیں ہے، پانی کے بغیر سبزہ نہیں، غلط جگہ پر سمندر نہیں اور نہ ہی غلط موقع پر چلتی ہوئی ہوا۔ یہ ایک مستقل اور متعین کردہ نظام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا

ارشاد ہے: **﴿مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ﴾۔"(اے دیکھنے والے) کیا تو (اللہ) رحمٰن کی تخلیق میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟"**(الملک 67:3)۔اس کی تفسیر میں ابن کثیر نے کہا: أي : بل هو مصطحب مستو، ليس فيه اختلاف، ولا تنافر، ولا مخالفة، ولا نقص، ولا عيب، ولا خلل، **"یعنی یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ بنا کسی کوتاہی کے جوڑ دیے گیے ہیں اور ایسے ہموار ہیں جس میں کوئی اختلاف، تنازع، عدم مطابقت، کمی، نقص یا عیب نہیں"۔**

## تشکیل اور تناسب

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے آس پاس کی ساری چیزیں ایک کامل، بے عیب نظام پر استوار ہیں۔ اجزاء اپنی تشکیل اور تناسب دونوں میں ایک پیچیدہ نظام کے تابع ہیں۔ تشکیل کے حوالے سے، ہر وجود کا دارومدار ایک یا بہت سی دوسری چیزوں پر ہے۔ لہٰذا سبزہ، پانی اور سورج کی روشنی کا محتاج ہے۔ یہ اپنے آپ میں کمزور ہے کیونکہ یہ اپنے اُگنے کیلئے پانی اور سورج کی روشنی کا محتاج ہے۔ یہ محتاجی ایک بے نسبت محتاجی نہیں ہے بلکہ ایک خاص تناسب اور نسبت سے ہے۔ تناسب ان تمام معاملات میں ہے جنھیں ہم محسوس کر سکتے ہیں۔ اگر سورج کی روشنی ایک خاص مقدار میں ہو تو تبھی پودا نشوونما پائے گا۔ اگر یہ کم ہو تو وہ مرجھا جائے گا۔ مزید برآں اگر سورج کی روشنی کو کسی عدسے کے ذریعے یا کسی اور طرح سے تیز کر دیا جائے، تو پودے کو نقصان پہنچ سکتا ہے، جس سے فصلوں اور جھاڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ پانی کے حوالے سے ہم جانتے ہیں کہ کچھ فصلوں کو پانی کی بہت زیادہ مقدار میں ضرورت ہوتی ہے جبکہ وہی مقدار بہت سی فصلوں کو یہاں تک کہ پوری کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے۔ کسی ایک فصل کیلئے، ایک مقررہ وقت پر بارش فائدہ مند ہوتی ہے اور پکنے کا باعث بنتی ہے، جب کہ کسی دوسرے وقت میں بارش کی وجہ سے پکی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ پانی کے بارے میں تشکیل ایسی ہے کہ اس کا اُبلنا حرارت پر منحصر ہوتا ہے۔ تاہم یہ انحصار اس طرح ہے کہ پانی صرف حرارت کے خاص تناسب کے مطابق ہی ابلتا ہے۔ اس طرح نظام کی تشکیل اور تناسب دونوں اپنی جگہ مخصوص ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ تمام چیزیں اپنے آپ پر مسلط کردہ نظام کے تابع ہیں اور وہ خود اس نظام کو بنانے والی یا اس کی منتظم نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتیں تو اپنی مرضی سے نظام کو تبدیل کر سکتیں، جبکہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ پانی پر غور کریں جو ہوا کے

ایک خاص دباؤ پر حرارت کی ایک خاص مقدار کے ملنے پر ابلتا ہے۔ نہ تو یہ قانون اور نہ ہی یہ مقدار پانی اور حرارت کے قابو میں ہے۔ پانی خود کو گرمی کے بغیر، یا کسی بھی مقدار کی حرارت پر ابال نہیں سکتا، اور حرارت کی صحیح مقدار کی اس نسبت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایک خاص انداز میں منظم ہے۔ در حقیقت، ان تمام چیزوں کے بارے میں غور کرنا جنھیں ہم محسوس کرتے ہیں، یہ یقین قائم کرتا ہے کہ ان اشیاء نے اس نظام کی ابتدا نہیں کی اور اسے ترتیب نہیں دیا جس کی وہ تابع ہیں۔ لہٰذا واقعتاً کوئی ایک ایسی ذات ہے جسے ہم براہِ راست محسوس نہیں کرتے، اور جس نے تمام اشیاء کیلئے اس نظام کو پیدا اور منظم کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ**﴾ **"اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہلِ دانش کے لیے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں"** (الروم: 22)۔

## "المدبر" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے

قرطبی نے اپنے تفسیر میں کہا، فهذا من أدل دليل على المدبر البارئ۔ "یہ المدبر، الباری کے وجود کے ثبوت ہیں"۔ عربی میں، "المدبر" اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا مطلب ہے، الذي يُجري الأمور بحكمته ويصرّفها على وفق مشيئته وعلى ما يوجب حُسْنَ عواقبها، "جو معاملات کو اپنی دانشمندی سے چلاتا ہے اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق اور ایسے چلاتا ہے جو اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں"۔ عربی میں "الباری" (ابتداء کرنے والا) بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ہے اور اس کا مطلب ہے، واهب الحياة للأحياء، والسَّالم الخالي من أيِّ، "زندگی والی چیزوں کو زندگی بخشنے والا، کسی بھی خامی سے پاک"۔

امام ابو حنیفہ نے دنیا کے تدبیر (تنظیم) کے متعلق جو تبصرہ کیا، اسے ابن ابی العزنے بیان کیا، وَيُحْكَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكَلَامِ أَرَادُوا الْبَحْثَ مَعَهُ فِي تَقْرِيرِ تَوْحِيدِ الرُّبُوبِيَّةِ فَقَالَ لَهُمْ أَخْبِرُونِي قَبْلَ أَنْ نَتَكَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ سَفِينَةٍ فِي دِجْلَةَ تَذْهَبُ فَتَمْتَلِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالْمَتَاعِ وَغَيْرِهِ بِنَفْسِهَا وَتَعُودُ بِنَفْسِهَا فَتَرْسِي بِنَفْسِهَا وَتَتَفَرَّغُ وَتَرْجِعُ كُلُّ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُدَبِّرَهَا أَحَدٌ فَقَالُوا هَذَا مُحَالٌ لَا يُمْكِنُ أَبَدًا فَقَالَ لَهُمْ إِذَا كَانَ هَذَا مُحَالًا فِي سَفِينَةٍ فَكَيْفَ

فِي هَذَا الْعَالَمِ كُلِّهِ عُلْوِهِ وَسُفْلِهِ (شرح العقيدة الطحاوية)۔**"یہ کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ سے کچھ فلسفیوں نے رابطہ کیا، جو ان کے ساتھ رب تعالیٰ کے ایک ہونے کے بارے میں بحث کرنا چاہتے تھے۔ ابو حنیفہ نے کہا، "اس سوال پر بات کرنے سے پہلے، مجھے یہ بتاؤ کہ آپ لوگ فرات میں ایک ایسی کشتی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں، جو ساحل پر جاتی ہے، کھانا اور دوسری چیزوں سے خود کو لادتی ہے، پھر واپس آتی ہے، لنگر انداز ہوتی ہے اور خود ہی اپنا تمام سامان اتار دیتی ہے، بغیر کسی کی مدد کے؟" انہوں نے کہا، یہ مضحکہ خیز ہے اور کبھی ممکن ہی نہیں ہے"۔** ابو حنیفہ نے کہا، اگر یہ کشتی کے حوالے سے مضحکہ خیز ہے تو اپنی پوری وسعت اور گہرائی میں یہ اس دنیا کے لئے کیسے (ممکن) ہے؟"(شرح العقيدة الطحاوية 1\35)۔

اس طرح امام بن حنبلؒ نے الصانع (کاریگر) کی بات کی، الصانع عربی کا لفظ ہے جس کے معنی نقاش یا کاریگر کے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، ﴿صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ **"(یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا"** (النمل 27:88)۔ ابن کثیر نے بیان کیا، عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رحمه الله أَنَّهُ سُئِلَ وُجُودِ الصَّانِعِ فَقَالَ هَاهُنَا حِصْنٌ حَصِينٌ أَمْلَسُ لَيْسَ لَهُ بَابٌ وَلَا مَنْفَذٌ ظَاهِرُهُ كَالْفِضَّةِ الْبَيْضَاءِ وَبَاطِنُهُ كَالذَّهَبِ الْإِبْرِيزِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذِ انْصَدَعَ جِدَارُهُ فَخَرَجَ مِنْهُ حَيَوَانٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ذُو شَكْلٍ حَسَنٍ وَصَوْتٍ مَلِيحٍ يَعْنِي بِذَلِكَ الْبَيْضَةَ إِذَا خَرَجَ مِنْهَا الدَّجَاجَةُ۔ "امام احمد ابن حنبل سے خالق کے وجود کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ امام احمد نے کہا: فرض کریں کہ ایک ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہونا ناممکن ہے اور اس کا کوئی داخلی یا خارجی دروازہ نہیں۔ وہ باہر سے سفید چاندی کی طرح ہے اور اندر سے چمکتے سونے کی مانند۔ یہ اسی طرح تعمیر کیا جاتا ہے، پھر اس کی دیواریں ٹوٹتی ہیں اور قلعے میں سے ایک سننے اور دیکھنے والا جانور باہر نکلتا ہے، جو خوش شکل اور خوشگوار آواز کا حامل ہے۔ اس سے امام احمد بن حنبل کی مراد انڈا تھی کہ جس میں سے چوزہ نکلتا ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر 2\21)۔

اسی طرح ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے خالق کے وجود کے بارے میں بیان کیا، هَذَا وَرَق التُّوت طَعْمه وَاحِد تَأْكُلهُ الدُّود فَيَخْرُج مِنْهُ الْإِبْرَيْسَم وَتَأْكُلهُ النَّحل فَيَخْرُج مِنْهُ الْعَسَل وَتَأْكُلهُ الشَّاة وَالْبَقَر وَالْأَنْعَام فَتُلْقِيه بَعْرًا وَرَوْثًا وَتَأْكُلهُ الظِّبَاء فَيَخْرُج مِنْهَا الْمِسْك

وَهُوَ شَيْء وَاحِد۔ "یہ شہتوت کے درخت کا پتہ ہے جو ایک کھانا ہے۔جب ریشم کے کیڑے اسے کھاتے ہیں تو ریشم بنتا ہے۔جب مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد بنتا ہے۔جب بھیڑیں، گائیں اور مویشی کھاتے ہیں تو اس سے گوبر اور کھاد بنتے ہیں۔ جب کستوری ہرن اسے کھاتا ہے تو کستوری بنتی ہے۔جبکہ یہ ایک ہی چیز ہے"۔

ان لوگوں کے حوالے سے جنہوں نے صورت گری اور تنظیم کو قدرت یا فطرت سے منسوب کیا، ابنِ قیم نے ان کے متعلق کہا، اخبريني عَن هَذِه الطبيعة اهي ذَات قَائِمَة بِنَفسِهَا لَهَا علم وقدرة على هَذِه الافعال العجيبة ام لَيست كَذَلِك بل عرض وَصفَة قَائِمَة بالمطبوع تَابِعَة لَهُ مَحْمُولَة فِيهِ فَإِن قَالَت لَك بل هِيَ ذَات قَائِمَة بِنَفسِهَا لَهَا الْعلم التَّام وَالْقُدْرَة والارادة وَالْحكمَة فَقل لَهَا هَذَا هُوَ الْخَالِق البارئ المصور فَلم تسمينه طبيعية۔ "مجھے اس قدرت کے بارے میں بتاؤ کہ کیا یہ خود ہی اپنے آپ کو برقرار رکھتی ہے؟ کیا ان حیرت انگیز عوامل کے متعلق اس کے پاس علم اور طاقت ہے؟ یا پھر ایسا نہیں ہے اور یہ قدرت صرف ظاہری طور پر اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے قابل لگتی ہے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ یہ یقینی طور پر اپنے آپ کو خود ہی برقرار رکھتی ہے اور اسے مکمل علم ہے، اور یہ طاقت، مرضی اور حکمت رکھتی ہے تو ان سے کہو کہ یہ تو خالق الباری اور المصور ہے، تو تم اسے فطرت یا قدرت کیوں کہتے ہو؟"(مفتاح دارالسعادة،1/261)

جس چیز میں نقاشی کی خصوصیات ہیں اس کیلئے کسی نقاش (کاریگر) کا ہونا ضروری ہے۔ ابن قیم نے کہا، الطبيعة عرض مَحْمُول مفتقر الى حَامِل وَهَذَا كُله فعلهَا بِغَيْر علم مِنْهَا وَلَا إِرَادَة وَلَا قدرَة وَلَا شُعُور اصلا وَقد شوهد من آثارها مَا شوهد فَقل لَهَا هَذَا مَالا يصدقهُ ذُو عقل سليم كَيفَ تصدر هَذِه الافعال العجيبة وَالْحكم الدقيقة الَّتِي تعجز عقول الْعُقَلَاء عَن مَعْرفَتهَا وَعَن الْقُدْرَة عَلَيْهَا مِمَّن لَا عقل لَهُ وَلَا قدرَة وَلَا حِكْمَة وَلَا شُعُور۔ "اگر ان کا کہنا ہے کہ فطرت کسی معیار کے بغیر ہے اور فطرت کے سارے عمل اس کے علم، مرضی، طاقت یا آگاہی کے بغیر ہیں اور صرف اس کے اثرات ہی دیکھے جاسکتے ہیں، تو پھر ان سے کہو کہ اس پر کوئی بھی عقل رکھنے والا شخص یقین نہیں کر سکتا۔ یہ حیرت انگیز افعال اور کامل لطافتیں، جو ذہین ترین دماغ بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، ماپ نہیں سکتے، وہ بغیر کسی احساس، طاقت، دانشمندی اور شعور کے آگے کیسے بڑھ سکتی ہیں؟" ( مفتاح دارالسعادة،1/261)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا اور مخلوق کی صفات خالق جیسی نہیں ہیں۔ بے شک یہ تمام اشیا اور نظام کہ جو ان اشیاء کو کنٹرول کرتا ہے، یہ سب کچھ اس ہستی کی طرف سے شروع کیا گیا ہے جسے براہِ راست محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ تو وہ لوگ جو ڈائیلیکٹک مادیت میں اس مادی وجود کا دعوی کرتے ہیں، وہ کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ **"کیا یہ کسی کے پیدا کئے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یہ خود (اپنے تئیں) پیدا کرنے والے ہیں"** (الطور 52:35)۔ ابنِ کثیر نے اس کی تفسیر میں بیان کیا، أي: أوجدوا من غير موجد ؟ أم هم أوجدوا أنفسهم ؟ أي: لا هذا ولا هذا ، بل الله هو الذي خلقهم وأنشأهم بعد أن لم يكونوا شيئا مذكورا۔ "یعنی: کیا وہ غیر موجود سے موجود ہوئے؟ یا انہوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا تھا؟ دونوں ہی درست نہیں، بلکہ اللہ ہی ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور انھیں وجود بخشا، جس سے پہلے وہ کچھ نہیں تھے۔ لہٰذا عربی میں یہ کہا جاتا ہے کہ، خَلَقَ اللهُ الإنْسَانَ : أَوْجَدَهُ مِنَ العَدَمِ، أَنْشَأَهُ، صَوَّرَهُ۔ "اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، اسے عدم سے وجود بخشا جب وہ کچھ نہ تھا اور اس کے وجود کو سنوارا"۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا اور مخلوق کی صفات خالق جیسی نہیں ہیں۔ خالق کائنات سے بہت عظیم ہے اور وہ اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لئے کسی چیز پر انحصار نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ و تعالی ازلی ہے، اسے کسی نے تخلیق نہیں کیا۔ لغت میں ازلی کے متعلق بیان کیا گیا ہے، الأَزَلِيُّ ما لا أوّل له، "ازلی وہ چیز ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں"۔ لہٰذا ازلی کے لئے کوئی منتظم یا پہل کرنے والا نہیں ہے۔ ازلی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے، الخَالِدُ الدَّائِمُ الوُجُودِ لاَ بَدْءَ لَهُ "ہمیشہ سے موجود، جس کا وجود دائمی ہے، جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے"۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ازلی ہے، بغیر کسی تخلیق کے موجود ہے، تمام دوسرے وجود پیدا کیے گئے ہیں اور ایک نظام کے تابع ہیں۔ تخلیق کا عمل (خلق) یہ ہے کہ کسی بھی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ اس دنیا میں جو چیزیں موجود ہیں ان میں کوئی بھی کسی چیز کو عدم سے تخلیق کرنے یا ابتدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، خواہ وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ کوئی بھی انفرادی چیز عدم سے تخلیق کرنے یا تخلیق کا آغاز کرنے سے قاصر ہے۔ اگر یہ چیزیں ایک دوسرے کی مدد کریں تو تب بھی وہ مل کر بھی ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کائنات خود ہی ابدی اور ازلی ہے، کس طرح ایسا کہتے ہیں؟

بے شک ہر قابلِ محسوس چیز میں اللہ کے موجود ہونے کے ثبوت موجود ہیں۔ ہر چیز کسی دوسری چیز کی محتاج ہے۔ یہ محتاجی ایک خاص ترتیب، مقدار اور تناسب سے ہے جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔ لہٰذا ان مخلوقات کا تخلیق شدہ ہونا کہ جس کا ہم ادراک کرتے ہیں، ایک یقینی بات ہے، کیونکہ ان کے محتاج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی اور کی تخلیق ہیں، اور انہوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق نہیں کیا ہے۔ اس طرح تمام چیزیں جو ہم محسوس کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کی واضح نشانیاں ہیں، وہ ذات جس کے بغیر یہ مخلوقات وجود میں نہیں آسکتیں، جبکہ اللہ سبحانہ و تعالی ان سب سے مختلف ہے جنہیں اس نے پیدا کیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿**قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (1) اللَّهُ الصَّمَدُ (2) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (3) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (4)**﴾ **"کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے، معبود برحق جو بے نیاز ہے ﴿۲﴾ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا ﴿۳﴾ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں"** (سورۃ اخلاص: 4-1)۔

[فہرست]

# اے علمائے مسلمین، آخر آپ کہاں ہیں؟!

سلافۃ شومان

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَـٰٓؤُا۟ۗ﴾ "اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں" (فاطر؛35:28)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«صنفان من الناس إذا صلحا صلح الناس وإذا فسدا فسد الناس: العلماء والأمراء» "دو قسم کے لوگ ہیں، اگر وہ درست ہو جائیں تو لوگ بھی درست ہو جائیں گے، اور اگر وہ بگڑ جائیں تو لوگ بھی بگڑ جائیں گے: علماء اور حکمران"** (ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، اور امام سیوطی نے الجامع الصغیر میں انہی الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے)۔

علماء وہ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دین کی سمجھ اور اسلامی علوم میں مہارت عطا فرمائی ہے اور جنہیں حکمت اور علم کے ساتھ پاکیزہ بنایا ہے۔ وہ حلال اور حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ علماء اللہ کے فیصلے اور قدر کو سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ سب سے زیادہ تقویٰ کے حامل، علم کا عَلَم بلند کرنے اور تبدیلی کے لیے عملی جدوجہد کرنے کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق ہونے چاہئیں۔

جو شخص بھی ایسا ہو گا، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ان احکامات کو ادا کرنے میں پوری لگن کے ساتھ کوشاں ہو گا جن میں حق کی حمایت کرنا اور اس کا پھیلانا، ہر ضرورت مند کو نصیحت کرنا، چاہے وہ حکمران طبقے سے ہو یا عوام میں سے، لوگوں کو حق سے آگاہ کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا شامل ہیں۔ یہ سب سے عظیم فرائض میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«والذي نفس محمد بيده، لتأمرُنَّ بالمعروف ولتنهوُنَّ عن المنكر أو ليوشكَنَّ أن يبعث الله عليكم عقابًا منه، ثم تدعونه فلا يستجاب لكم» "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے، یا پھر قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب بھیجے، پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا"۔**

علماء وہ لوگ ہیں جو ظالموں کے خلاف جہاد کرنے اور مظلوموں کی حمایت کرنے کا سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«سيد الشهداء حمزة ورجل قام إلى حاكم ظالم فأمره ونهاه**

**فقتله»** "شہداء کے سردار حمزہؓ ہیں اور وہ آدمی جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہو، اسے نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہ (حکمران) اسے قتل کر دے"۔

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا: **«أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر»** **"سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے"۔**

کون ایسا ہے جو حق و باطل اور عدل و ظلم کے درمیان فرق کو علماء سے بہتر جان سکتا ہے؟ کون ایسا ہے جو حق کے راستے اور جائز تبدیلی کے طریقے کو علماء کی طرح جان سکتا ہے؟ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حدیث میں بتایا کہ معاشروں کی درستگی علماء اور حکمرانوں کی درستگی سے آتی ہے، اور ان کے بگاڑ سے معاشرے بگڑ جاتے ہیں۔ پس اگر حکمران فساد پھیلانا چاہے، تو متقی علماء اس کی مخالفت کریں گے۔ اور ایسے علماء ہر جگہ اور ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کتاب و سنت کی وحی کے نصوص نے یکجا ہو کر علم اور علماء کی فضیلت کو اجاگر کرتے ہوئے ان کے مقام و مرتبے کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے، جس کا تذکرہ ذیل میں ہے:

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **﴿شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِٱلْقِسْطِ﴾** **"اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے بھی، جو عدل پر قائم ہیں (وہ بھی گواہی دیتے ہیں)"** (آل عمران؛3:18)۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے ذکر کے بعد فرشتوں اور اہلِ علم کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ ان کی عزت اور مقام کے لیے کافی ہے۔

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَـٰتٍ﴾** **"اللہ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا"** (المجادلہ؛58:11)۔

عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: **[للعلماء درجات فوق المؤمنين سبعمائة درجة، ما بين الدرجتين خمسمائة عام]** **"علماء کا مرتبہ مومنوں پر سات سو درجے بلند ہے، اور ہر درجے کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے"۔**

- اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ وَيۡلَكُمۡ ثَوَابُ ٱللَّهِ خَيۡرٞ لِّمَنۡ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا﴾ "اور علم والوں نے کہا، تم پر افسوس! مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا" (القصص؛28:80)۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين ويلهمه رشده» "اللہ جس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے اور اسے صحیح راستے کی رہنمائی دیتا ہے"۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «العلماء ورثة الأنبياء» "علماء انبیاء کے وارث ہیں"۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ نبوت سے بڑا کوئی مقام نہیں، اور اس مقام کا وارث بننا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يستغفر للعالم ما في السموات والأرض» "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، وہ عالم کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے"۔

اس مقام سے بڑا مقام کون سا ہو سکتا ہے جس کے لیے زمین و آسمان کے فرشتے استغفار میں مصروف ہوں؟!

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «موت العالم مصيبة لا تجبر وثلمة لا تسد. وموت قبيلة أيسر من موت عالم، وهو نجم طمس» "عالم کی موت ایک ایسا نقصان ہے جس کا مداوا نہیں، اور ایک ایسا خلا ہے جو پُر نہیں ہو سکتا۔ ایک قبیلے کی موت عالم کی موت سے کم تر ہے، اور وہ ایک بجھتا ہوا ستارہ ہے" (طبرانی نے ابو درداءؓ سے روایت کیا)۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يوزن يوم القيامة مداد العلماء بدم الشهداء» "قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو شہداء کے خون کے ساتھ تولا جائے گا"۔

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فضلُ العالمِ على العابدِ كفضلي على أدناكم» "عالم کی فضیلت ایک عبادت گزار پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سب سے ادنیٰ پر ہو"۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إنَّ اللهَ وملائِكتَه وأَهلَ السَّماواتِ والأرضِ حتَّى النَّملةَ في جُحرِها وحتَّى الحوتَ ليصلُّونَ على معلِّمِ النَّاسِ الخيرَ» "اللہ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کے تمام باشندے، یہاں تک کہ اپنے بل میں چیونٹی اور پانی میں مچھلی، سب اس پر درود بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتا ہے"۔

- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب»** "عالم کی فضیلت عام عبادت گزار پر ایسے ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر ہو"۔

- اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **«يشفع يوم القيامة ثلاث الأنبياء والعلماء والشهداء»** "قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے: انبیاء، علماء، اور شہداء"۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: [القلوب أوعية، فخيرها أوعاها، احفظ ما أقول لك: الناس ثلاثة: فعالم رباني، ومتعلم على سبيل نجاة، وهمج رعاع أتباع كل ناعق، يميلون مع كل ريح، لم يستضيئوا بنور العلم، ولم يلجؤوا إلى ركن وثيق. العلم خير من المال، العلم يحرسك وأنت تحرس المال. العلم يزكو على العمل والمال تنقصه النفقة. ومحبة العالم دين يدان بها. العلم يكسب العالم الطاعة في حياته، وجميل الأحدوثة بعد موته. وصنيعة المال تزول بزواله، مات خُزَّان الأموال وهم أحياء والعلماء باقون ما بقي الدهر، أعيانهم مفقودة وأمثالهم في القلوب موجودة] "دل برتنوں کی مانند ہیں، پس بہترین دل وہ ہے جو سب سے زیادہ بھرا ہوا ہو۔ یاد رکھو جو میں تم سے کہہ رہا ہو: لوگ تین قسم کے ہیں: ایک ربانی عالم، دوسرا نجات کی راہ پر چلنے والا طالب علم، اور تیسرا جاہل، جو ہر چیخ و پکار کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں، ہر ہوا کے رخ پر جھک جاتے ہیں، علم کی روشنی سے منور نہیں ہوتے، اور کسی مضبوط سہارا لینے کی جگہ پر پناہ نہیں لیتے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے، جبکہ مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم اعمال کے ذریعے بڑھتا ہے، جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت ایک ایسا قرض ہے جو ادا کیا جاتا ہے۔ علم عالم کو اس کی زندگی میں اطاعت دلاتا ہے، اور اس کی موت کے بعد ایک خوبصورت داستان چھوڑ جاتا ہے۔ مال کا کام مال کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مال کے خزانے رکھنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہیں، جبکہ علماء اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک وقت باقی ہے۔ ان کے اجسام ناپید ہو جاتے ہیں، مگر ان جیسے لوگوں کی مثالیں دلوں میں موجود رہتی ہیں"۔

ابو الاسودؒ نے کہا: [ليس شيء أعز من العلم، الملوك حكام على الناس * والعلماء حكام على الملوك] "علم سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ بادشاہ عوام پر حکمرانی کرتے ہیں، جبکہ علماء بادشاہوں پر حکمرانی کرتے ہیں"۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:[خُيِّر سليمان بن داوٗد (عليهما السلام) بين العلم والمال والملك، فاختار العلم فأعطي المال والملك معه]"داوٗد علیہ السلام کے بیٹے، سلیمان علیہ السلام کو علم، مال اور بادشاہت میں سے انتخاب کرنے کا موقع دیا گیا۔ انہوں نے علم کا انتخاب کیا، تو انہیں اس کے ساتھ ساتھ مال اور بادشاہت بھی عطا کر دی گئی"۔

ابن المبارک سے پوچھا گیا: [من الناس؟ فقال، العلماء. قيل فمن الملوك؟ قال، الزهَّاد قيل، فمن السفلة؟ قال، الذين يأكلون الدنيا بالدين]"لوگوں میں سب سے بہترین کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "علماء"۔ پوچھا گیا: "سب سے بہترین حکمران کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ جو دنیا سے بے نیاز ہیں"۔ پوچھا گیا: "سب سے گھٹیا کون ہیں؟" انہوں نے کہا: "وہ لوگ جو دین کو دنیا کے لیے بیچتے ہیں"۔

الحسنؒ نے فرمایا: [لولا العلم لصار الناس مثل البهائم] "اگر علم نہ ہوتا تو لوگ جانوروں کی طرح ہو جاتے"۔

امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: [فهذه كانت سيرة العلماء وعادتهم في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وقلة مبالاتهم بسطوة السلاطين؛ لكونهم اتَّكلوا على فضل الله تعالى أن يحرسهم، ورضوا بحكم الله تعالى أن يرزقهم الشهادة، فلما أخلصوا لله النيَّة؛ أثَّر كلامهم في القلوب القاسية، فليَّنها، وأزال قساوتها. وأما الآن؛ فقد قيَّدتِ الأطماع ألسن العلماء فسكتوا، وإن تكلموا لم تساعد أقوالَهم أحوالُهم، فلم ينجحوا، ولو صَدَقوا وقصدوا حقَّ العلم؛ لأفلحوا. ففساد الرعايا بفساد الملوك، وفساد الملوك بفساد العلماء، وفساد العلماء باستيلاء حبِّ المال والجاه، ومن استولى عليه حب الدنيا لم يقدر على الحسبة على الأراذل، فكيف على الملوك والأكابر؟]"یہ علماء کا طریقہ تھا اور ان کی عادت تھی کہ وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے تھے، اور حکمرانوں کی دھمکیوں کی قطعی پروا نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ اللہ کے فضل پر بھروسہ کرتے تھے کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا۔ وہ اللہ کے فیصلے سے راضی تھے کہ وہ انہیں شہادت عطا کرے گا۔ جب بھی انہوں نے اللہ کے لیے نیت خالص کی تو ان کے الفاظ سخت دلوں کو متاثر کرتے، انہیں نرم کرتے اور ان کی سختی کو ختم کرتے"۔ لیکن اب لالچ نے علماء کی زبانوں کو باندھ دیا ہے، تو وہ خاموش ہو گئے ہیں۔ اگر وہ بولتے بھی ہیں تو ان کے الفاظ ان کے اعمال کے مطابق نہیں ہوتے، اس لیے وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ اگر وہ سچے ہوتے اور علم کا حق ادا کرنے کا ارادہ رکھتے تو وہ

کامیاب ہو جاتے۔ رعایا کی خرابی حکمرانوں کی خرابی کی وجہ سے ہے، اور حکمرانوں کی خرابی علماء کی خرابی کی وجہ سے ہے، اور علماء کی خرابی دولت و اقتدار کی محبت کے غالب آنے کی وجہ سے ہے۔ جس پر دنیا کی محبت غالب آ جائے، وہ گھٹیا لوگوں کا احتساب بھی نہیں کر سکتا، تو حکمرانوں اور بڑے لوگوں کا احتساب کیسے کرے گا؟"۔

ان آیات، احادیث اور ذریں اقوال کے ذریعے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے علماء کو کس قدر بلند مقام عطا کیا ہے۔ یہ مقام ان کے عظیم کردار کی وجہ سے ہے، کیونکہ انہوں نے ہدایت کا پرچم اٹھایا، امت کو دعوت دی اور اس کی رہنمائی اور نصیحت کی۔ علماء نے اپنے علم کے ذریعے اس امانت کو سنبھالا اور سب سے زیادہ قابل اعتماد اور پیروی کے لائق بنے۔ بشرطیکہ وہ نیک علماء ہوں، جو حق کے حامی اور باطل کے خلاف ڈٹ جانے والے ہوں، اور حکمرانوں کو نصیحت کرنے میں مخلص ہوں۔ یہی کردار علماء نے اسلامی ریاست کے مختلف ادوار میں ادا کیا۔ ہماری شاندار اسلامی تاریخ ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں علماء نے ظالموں اور باطل پرستوں کا سامنا کیا، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا۔

یہی کردار نیک علماء کا ہے، اور یہی مقام ان کا ہر دورِ اسلام میں رہا ہے کہ وہ ہمیشہ حق کی حمایت کرتے رہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے، آخرت کے طلب گار تھے اور اس عارضی دنیا کی کوئی فکر نہ کرتے تھے...

تو آج آپ کہاں ہیں، اے مسلم امت کے علماء! جب امت کے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، اور کافر ریاستیں ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہو رہی ہیں؟ بے شک وہ آپس میں کبھی اتحاد نہیں کرتیں، سوائے اس وقت کے جب وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا اعلان کریں!...

آخر آج آپ کہاں ہیں، جب "طوفان الاقصیٰ" کے بعد ایجنٹ حکمرانوں کی رسوائی واضح ہو چکی ہے، اور مشرق و مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی بھی عیاں ہو چکی ہے؟ یہ ایک شدید جنگ ہے، جس میں کسی سمجھوتے کی گنجائش نہیں۔ امت کو اس وقت ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے جو اس کے دین اور اس کی شناخت پر اعتماد بحال کریں، اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں، نصرت کے متلاشی ہوں، اور طاقت و تحفظ کے حقیقی ذرائع کی جانب رہنمائی کرتے ہوئے حق کی حمایت اور سرزمین و امت کی آزادی کے لئے جدوجہد کریں۔

اے علماء! جان لیں کہ یہ امانت آپ کے سپرد کی گئی ہے، تو یا تو اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کریں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے اپنا ضمیر صاف ہونے کی ضمانت دیں، تاکہ آپ دنیا اور آخرت میں اجر کے مستحق بن سکیں۔ لیکن اگر آپ اس مقام تک نہ پہنچ سکے اور اس عظیم ذمہ داری کو پس پشت ڈال دیا، تو قیامت کے دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور آپ کیا جواب دے پائیں گے، جب آپ پر امانت میں خیانت کا الزام عائد ہو گا؟ اور اے علماء! یہ بھی جان لیں کہ رسولِ کریم محمد ﷺ نے ہمیں ہمارے دور کے بارے میں خبر دی تھی، جب لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے: ایک وہ جو خالص ایمان پر قائم ہو گا، جس میں نفاق کا شائبہ تک نہ ہو گا، اور دوسرا وہ جو سراسر نفاق پر مبنی ہو گا، جس میں ایمان کی کوئی جھلک نہ ہو گی۔ تو آپ میں سے کون ہے جو ابن تیمیہؒ اور العز ابن عبد السلامؒ کی سیرت کو دہرا سکے، اور ایک پرہیزگار عالم بن کر دینِ حق کا رہنما بنے، انبیاء علیہم السلام کا حقیقی وارث، جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے، حق بات کہے، اور اللہ کی رضا کے لیے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کرے؟

فہرست

# تاریخ کو اس کے درست مقام پر رکھنا

خلیل مصعب

ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "مقدمہ" میں تاریخ کی اہمیت کے بارے میں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
(فإن فن التاريخ من الفنون التي تتداوله الأمم والأجيال ... وتؤدي لنا شأن الخليقة كيف تقلبت بها الأحوال واتسع للدول فيها النطاق والمجال وعمروا الأرض حتى نادى بهم الارتحال وحان منهم الزوال) "تاریخ کا فن ان فنون میں سے ہے جو اقوام و امم ہاتھوں ہاتھ لیتی ہیں... تاریخ ہمارے سامنے دنیا کا حال رکھتی ہے، حالات کس طرح بدلتے رہے اور مختلف ریاستوں کا دائرہ اور میدان کیسے پھیلتا گیا، انہوں نے زمین کو آباد کیا یہاں تک کہ ان کے کوچ کرنے کا نقارہ بج گیا اور ان کا زوال آ گیا"۔

تاریخ کا مطالعہ لوگوں کے بارے میں گہری سمجھ بوجھ فراہم کرتا ہے، کہ وہ کس طرح خود کو منظم کرتے تھے اور اپنے امور کو سنبھالتے تھے۔ ابن خلدون رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں: ( وفي باطنه نظر وتحقيق وتعليل للكائنات ومبادئها دقيق وعلم بكيفيات الوقائع وأسبابها عميق فهو لذلك أصيل في الحكمة عريق وجدير بأن يعد في علومها وخليق وإن فحول المؤرخين في الإسلام قد استوعبوا أخبار الأيام وجمعوها وسطروها في صفحات الدفاتر) "تاریخ کے اندر تحقیق و جائزہ بھی ہے اور کائنات کے اسباب و مبادی کا علم بھی، اور واقعات کی نوعیت اور ان کے اسباب کے بارے میں گہرا علم بھی۔ اس لیے تاریخ اپنی حکمت میں مستند، گہری بنیادوں پر قائم، اور علوم میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ اسلام کے عظیم مؤرخین نے اپنے ادوار کے واقعات کی چھان بین کی، انہیں جمع کیا اور انہیں کتب کے صفحات پر تحریر کر لیا"

ابن خلدون نظریاتی مؤرخین کو ایک بصیرت فراہم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: (أن التاريخ إنما هو ذكر الأخبار الخاصة بعصر أو جيل فأما ذكر الأحوال الملمة للآفاق والأجيال والأعصار فهو أس للمؤرخ تنبني عليه أكثر مقاصده وتتبين به أخباره) "تاریخ صرف کسی خاص دور یا نسل کی مخصوص

خبروں کا تذکرہ نہیں کرتی، بلکہ جہاں تک وسیع تر حالات، نسلوں اور ادوار کا تعلق ہے، یہ مؤرخ کا بنیادی حوالہ بن جاتی ہے، جس پر اس کے بیشتر مقاصد تعمیر ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے اس کی خبروں میں وضاحت آتی ہیں"۔

ابن خلدون مزید بیان کرتے ہیں: (كانت حقيقة التاريخ أنه خبر عن الاجتماع الإنساني الذي هو عمران العالم وما يعرض لطبيعة ذلك العمران من الأحوال مثل التوحش والتأنس والعصبيات وأصناف التغلبات للبشر بعضهم على بعض وما ينشأ عن ذلك من الملك والدول ومراتبها وما ينتحله البشر بأعمالهم ومساعيهم من الكسب والمعاش والعلوم والصنائع وسائر ما يحدث من ذلك العمران بطبيعته من الأحوال) "تاریخ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ انسانی معاشرے کی خبر دیتی ہے، جو دنیا کی تہذیب کا عکس ہیں، اور جو کچھ اس تہذیب کی فطرت کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، جیسے وحشت، مانوسیت، گروہی تعلقات، اور انسانوں کا ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے مختلف طریقے۔ اس کے نتیجے میں بادشاہتیں، ریاستیں، اور ان کے مختلف طبقے وجود میں آتے ہیں۔ نیز، جو کچھ انسان اپنے کاموں اور کوششوں کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، جیسے روزی، علوم، صنعتیں، اور دیگر تمام حالات جو اس تہذیب کی فطرت سے پیدا ہوتے ہیں"۔

ماضی سے بالکل سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تصدیق قرآن مجید میں ہوتی ہے، جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ﴾ **"کہہ دو (اے نبی)، زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے گزرنے والوں کا کیا انجام ہوا - ان میں سے زیادہ تر مشرک تھے"** (سورۃ الروم؛30:42)۔

تاہم، بعض اوقات لوگ تاریخ کا غلط استعمال کرتے ہیں تاکہ اپنی نامناسب یا قابل مذمت حرکات کو جواز فراہم کر سکیں۔ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے فرماتے ہیں: (وفي كتب المؤرخين معروفة وإنما يبعث على وضعها الحديث بها الانهماك في اللذات المحرمة وهتك قناع المخدرات ويتعللون بالتأسي بالقوم فيما يأتونه من طاعة لذاتهم فلذلك تراهم كثيرا ما يلهجون بأشباه هذه الأخبار وينقرون عنها عند تصفحهم الأوراق الدواوين ولو ائتسوا بهم في غير هذا من أحوالهم وصفات الكمال اللائقة بهم المشهورة عنهم لكان خيرا لهم لو كانوا يعلمون) **"مؤرخین کی کتب سے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ باتیں لکھنے پر انہیں جو چیز آمادہ کرتی ہے وہ ممنوعہ لذتوں میں ان کی مشغولیت اور**

پردۂ راز کو بے نقاب کرنے کی خواہش ہے۔ وہ دوسروں کی تقلید کا جواز پیش کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر ایسی کہانیوں کو ہی دہراتے رہتے ہیں اور تاریخ کے ورق پلٹتے وقت بھی انہی کو تلاش کرتے ہیں۔ اگر وہ دوسروں کی تقلید میں ان کے دیگر حالات اور ان کی خوبیوں کی پیروی کرتے، جو ان کے لائق اور ان کے متعلق مشہور تھیں، تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا، اگر وہ جانتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم﴾ "تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا" (آلِ عمران؛3:110)۔ مزید ارشاد ہے، ﴿لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ "اگر انہیں معلوم ہوتا" (البقرۃ؛2:102)۔

لہٰذا، تاریخ کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ضروری ہے۔ بحیثیت مؤمن، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ احکام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ ہمارے اعمال کی بنیاد شریعت کے احکام ہیں۔ جب کسی عمل کا جائز ہونا طے پا جاتا ہے، تو اس عمل کو انجام دینے کے اسلوب مختلف ہو سکتے ہیں۔ بہترین حکمت عملی طے کرنے کے لیے تاریخ سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

مثال کے طور پر، جب عثمانیوں نے بلقان میں اپنی سرحدوں کو وسیع کیا، تو کئی غیر مسلم گروہ ان کے زیرِ اقتدار آئے۔ ان گروہوں کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے لیے، انہوں نے "میثاقِ حضرت عمر" کو ایک نظیر کے طور پر استعمال کیا۔

مذہبی علوم کی ایک تحقیق کار، کارن بارکی کے مقالے "The Ottoman Millet System: Non-Territorial Autonomy and its Contemporary Legacy" سے اقتباس: "عثمانی حکمرانوں نے سلطنت میں شامل مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کے فرق کو تسلیم کیا۔ وہ یہ ادراک رکھتے تھے کہ اس وسیع تفریق کو ضم کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی کسی گروہ کو علاقائی بنیادوں پر حقوق دینا قابل عمل تھا۔ اس کے بجائے، ہر گروہ کی تنظیمی طاقت اور ساتویں صدی میں معاہدۂ عمر کی نظیر، جس نے غیر مسلم برادریوں کے حقوق و فرائض کو واضح کیا تھا، اس کی روشنی میں انہوں نے مذہبی گروہوں کے سربراہوں کے ساتھ حسب موقع معاہدے کیے۔ ملّت سسٹم ان انتظامات کا عمومی نام ہے جو برادریوں اور سلطنت کے درمیان کیے گئے تھے"۔

عثمانی خلافت میں ملّت سسٹم صدیوں تک جاری رہا، جو مسلم حکمران اور ان کے ذمی رعایا کے درمیان تعلقات کو منظم کرتا تھا۔ تاہم، انیسویں صدی میں تنظیمات اصلاحات متعارف کرائی گئیں، جہاں عثمانی ریاست کے اہلکار، جو فرانسیسی قانونی نظام سے متاثر تھے، نے شریعت پر مبنی احکام میں کئی تبدیلیاں کیں۔ 1869ء میں عثمانی قانون شہریت (Ottoman Law of Nationality) نے مسلمانوں اور ذمیوں کے درمیان فرق کو ختم کرکے "عثمانی" کی اصطلاح متعارف کی گئی۔

عثمانی اہلکاروں کی جانب سے اپنی تمام رعایا کو "برابر" کرنے کی کوشش کو مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اپنی کتاب "A Brief History of the Late Ottoman Empire" میں ایم شکری ہانی اوغلو اس مسئلے پر تفصیلات فراہم کرتے ہیں: "یہ فرمان یونانی پادریوں کی دیگر غیر مسلم مذہبی اداروں پر حاصل خصوصی مراعات یافتہ حیثیت کو محدود کرتا تھا۔ اصلاحات کے فرمان پر ایک عام یونانی ردعمل یہ تھا: 'ریاست نے ہمیں یہودیوں کے برابر کر دیا ہے۔ ہم مسلم برتری سے مطمئن تھے۔' یہ بات خاص طور پر واضح تھی کہ تمام عثمانی مذہبی برادریاں اس بات پر اصرار کرتی تھیں کہ ہر برادری اور مرکز کے درمیان تعلق دو طرفہ رہے؛ ملت کے رہنماؤں کا اصرار تھا کہ کسی بھی نئی مراعات کو ان پر ایک مخصوص برادری کے طور پر لاگو کیا جائے، نہ کہ بطور 'عثمانی'۔ اس طرح، مختلف برادریوں کے درمیان رکاوٹوں کو ختم کرنے کی بجائے، ملت کے نمائندوں نے ان رکاوٹوں کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کی"۔

پرانا نظام، جو شریعت پر مبنی تھا اور مختلف برادریوں کو ان کے مذہب کی بنیاد پر حقوق دیتا تھا، اسے ایک ایسے نظام سے بدل دیا گیا جو نسلی قوم پرستی پر مبنی تھا۔ ایم شکری ہانی اوغلو بعد میں لکھتے ہیں: "1870 تک، بلغاریہ کے لوگوں نے ریاست سے اس روایت کے مطابق تسلیم کیے جانے کی درخواست کی، کہ انہیں نسلی بلغاریوں کے طور پر نہیں بلکہ ایک علیحدہ مذہبی برادری کے طور پر تسلیم کیا جائے، جس کی قیادت استنبول میں ایک اتھنارک (نسلی گروہ کا سیاسی رہنما) کرے"۔

تاہم، روایتی انتظام کو برقرار رکھنے کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔ تمام برادریوں کے لیے مساوی شہریت کے اصرار اور ساتھ ہی کئی غیر مقبول معاشی اصلاحات نے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے درمیان عدم اطمینان کو ہوا دی۔ بلغاریہ

اور مقدونیہ جیسے علاقوں میں کسان طبقے نے بغاوتیں شروع کر دیں، اور یہ بغاوتیں، یورپی طاقتوں کی حمایت کے ساتھ، بالآخر قومی آزادی کی تحریکوں میں تبدیل ہو گئیں جنھوں نے خلافتِ عثمانیہ کو ختم کر دیا۔

آج جو صورت حال ہم دیکھتے ہیں، وہ اس کا حتمی نتیجہ ہے: مسلم دنیا کئی قومی ریاستوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ہر ریاست خلافت کے خاتمے سے پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ کمزور حالت میں ہے اور ہر ریاست مغربی استعماری طاقتوں کی سازشوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ قوم پرستی نے مسلم دنیا کو کس طرح کا فائدہ پہنچایا ہے۔ کُرد، جو کبھی عثمانی خلیفہ کے وفادار رعایا تھے، آج ترک حکومت کی طرف سے تشدد اور دشمنی کا سامنا کر رہے ہیں۔ فلسطین کے یہودی اور مسلمان، جو صدیوں تک خلافت کے تحت امن و سکون سے رہتے تھے، آج صہیونی قوم پرستی کے منصوبے کی وجہ سے صرف 2024ء میں تقریباً پچاس ہزار فلسطینیوں کی موت کے ذمہ دار ہیں۔

کیرن بارکی بیان کرتی ہیں کہ لبنانی خانہ جنگی کے بعد، ایک صحافی نے لکھا: "بہت سے لبنانی دانشور اور سیاست دان، اپنے ملک میں جنگ اور پڑوسی ممالک میں آمرانہ حکومتوں کی ناکامی کے پیش نظر، عثمانی حکومت کے آخری دور کو یاد کرنے میں مبتلا ہیں۔ وہ اسے شہری امن اور جدیدیت کا ایک نمونہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اس نظام کی یورپی استعمار کے ہاتھوں تباہی پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں"۔ یہاں ہمیں تاریخ کی اہمیت نظر آتی ہے۔ اکثر لوگ فرض کر لیتے ہیں کہ وہ جس حقیقت میں رہتے ہیں، وہ ناقابلِ تبدیل ہے، اور اس طرح وہ اپنے حالات کو قبول کر لیتے ہیں، چاہے وہ جابرانہ اور ظالمانہ ہی کیوں نہ ہوں۔ تاہم، تاریخ ہمیں مختلف متبادل حقائق پیش کرتی ہے اور ہمیں اپنے موجودہ حالات کو تبدیل کرنے کے امکانات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ بحیثیت مخلص مومن، ہمارا مقصد شریعت کے نظام کو قائم کرنا ہے، اور تاریخ سے ہمیں وہ قیمتی اسباق مل سکتے ہیں جن سے ہمیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے مدد مل سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿**قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ**﴾ **"کہہ دیجیے، زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا"** (سورۃ الأنعام: 11)۔

فہرست

# خلافت کے خاتمے سے مسلمانوں نے کیا کھویا؟

استاد سعید رضوان ابو عواد (ابو عماد)

مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ہدایت، انصاف اور رحمت کی حامل امت پیدا ہوئی۔ اس نے ظلم اور اندھیرے کے بعد دنیا کو نور اور انصاف سے بھر دیا جو زمین پر چھایا ہوا تھا۔ دنیا پر اس کی حکمرانی تھی اور یہ لوگوں کو، لوگوں کی عبادت سے نکال کر لوگوں کے رب کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل کی طرف لے گئی۔ پس اس نے اسلام کے ذریعے ایسے طریقے سے قوموں کو جوڑا کہ ان میں عربی اور عجمی اور کالے اور گورے کا فرق ختم ہو گیا۔ اس نے اللہ کے حکم کے مطابق عدل کے ساتھ حکمرانی کی، جس نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ **"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ اپنے آپ یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو"** (سورۃ النساء: آیت 135) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت قائم ہوئی، اور اس سے لوگ کئی صدیوں تک خوش رہے، جن میں اہلِ ذمہ اور مسلمان دونوں شامل تھے۔ یہ حسنِ نگہداشت اور عدل کی مثال تھی اور ہر مظلوم کے لیے پناہ گاہ تھی۔

تو خلافت کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے نہ ہونے سے مسلمانوں اور تمام لوگوں نے کیا کھویا؟

خلافت مشرق اور مغرب میں تمام مسلمانوں کی عام سربراہی کا نام ہے، جو دین کی حفاظت کرتی ہے اور رب العالمین کی شریعت کے ساتھ دنیا کی سیاست کرتی ہے۔

خلافت ایک نظریاتی ریاست ہے، ایک عقیدہ، جس سے ایک جامع نظامِ زندگی نکلا ہے جو لوگوں کے تعلقات کو باریک ترین تفصیلات تک منظم کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيناً﴾ **"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا"** (سورۃ المائدہ: آیت 03) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ﴾ "اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے" (سورۃ النحل: آیت 89)

امتِ مسلمہ کی پیدائش آج کی نہیں ہے اور نہ ہی یہ دستور اور قوانین میں کسی اور پر انحصار کرتی ہے۔ اس کی شریعت کائنات، انسان اور زندگی کے خالق کی طرف سے آئی ہے، جس کا علم ہر چیز کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ شریعت خواہشات سے پاک ہے، بخلاف انسانی قانون سازی کے، جس میں آپ کو کوئی ایک قانون بھی ایسا نہیں ملے گا جو کسی خاص فریق کی خدمت کے لیے نہ ہو؛ مثلاً تیل یا ہتھیار کی کمپنیوں کے لیے یا لالچی سرمایہ کاروں اور سرمایہ داروں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ﴾ "اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب تباہ ہو جاتے، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی یاد دہانی لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی یاد دہانی سے منہ موڑے ہوئے ہیں" (سورۃ المؤمنون: آیت 71)

اسلام، مسلمانوں پر ایک ایسی ریاست کو قائم کرنا فرض قرار دیتا ہے جو اسلام کے عقیدے کی حفاظت کرے، اس کی شریعت کو نافذ کرے، اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائے، دین کو نقصان سے بچائے اور اسے لازم و ملزوم ہونے کی حیثیت دے۔ پس وہ اس عقیدے اور شریعت کو کتابوں کے اندر موجود افکار سے ایک ٹھوس حقیقت اور لازمی قوانین میں بدل دے، اور دیگر ریاستوں کے ساتھ ریاستی تعلقات کو منظم کرے۔

اسلام، ریاست کا ایک حصہ نہیں ہے بلکہ ریاست پوری کی پوری اسلام کا حصہ ہے، یعنی یہ نظامِ زندگی ہے۔ ریاست، دین کا حصہ ہے، پس اس ریاست کو کوئی قائم نہیں کر سکتا مگر وہ جو اسلام کو بغیر کسی کمی کے مکمل طور پر اپناتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: «إِنَّهُ لَا يَقُومُ بِدِينِ اللهِ إِلَّا مَنْ حَاطَهُ مِنْ جَمِيعِ جَوَانِبِهِ» "یقیناً اللہ کے دین کو وہی قائم کرے گا جو اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہو"

اور اسی پر صحابہ کرام نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی کہ آسانی اور سختی میں، خوشی اور ناگواری میں، سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور مال اور مَردوں کی قربانی دیں گے اور ہر حال میں حق پر قائم رہیں گے، اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی سے خوف کھائیں گے۔

اسلامی ریاست قائم ہوئی تو اس نے عرب اور عجم میں زمین کے جابروں کا مقابلہ کیا اور لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل کیا، تو وہ اس کے ذریعے خوش ہوئے اور دنیا کے سردار بن گئے، اس کے باوجود کہ شکست خوردہ لوگوں نے کہا: **﴿إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا﴾ "اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ہماری زمین سے اچک لیا جائے گا"** (سورۃ القصص: آیت 57)

پس خلافت ان کے معاملات کو متحد کرنے والی تھی، ان کے دشمنوں کو مغلوب کرنے والی تھی، ان کی عزت اور شرف کو تعمیر کرنے والی تھی، ان کے دین اور عزت کی محافظ تھی، اور ان کی سرزمین کی محافظ تھی، پوری دنیا کو ان کی سلطنت کے تابع کرنے والی تھی اور ان کے رب کو راضی کرنے والی تھی۔

اور زمین کے سرکشوں کے ساتھ طویل جنگ کے بعد، اسلام کے دشمنوں نے جان لیا کہ خلافت مسلمانوں کی طاقت کا مرکز ہے۔ پس اگر اسے گرا دیا جائے تو اسلام ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کو ایک کاری ضرب لگے گی۔ چنانچہ انہوں نے اسے ایسے غداروں کی مدد سے تباہ کر دیا جو اسلام کا لباس پہنے ہوئے تھے، اور دنیا کے حقیر مفادات کے لالچی تھے۔

اور خلافت کے زوال کے ساتھ ہی اسلام، معاملات میں سے ختم ہو گیا اور زندگی میں بغیر کسی اثر کے محض لائبریریوں میں ایک پادریانہ مذہب اور نظریاتی فقہ بن کر رہ گیا۔ پس مسلمانوں نے دین اور دنیا دونوں کھو دیے۔

اور اس کے زوال کے ساتھ ہی امت کا جسم کمزور ٹکڑوں میں بٹ گیا، جنہیں جھوٹ اور بہتان کے ذریعے ریاستیں کہا گیا۔ اور عقیدے اور دین کی جگہ قومیت نے لے لی۔ پس شعور غائب ہو گیا اور عقلیں غلام بن گئیں۔

اور اس کے زوال کے ساتھ ہی یہود کے وجود کو امت کے جسم میں سرطان کی شکل میں داخل کر دیا گیا، جو امت کے دشمنوں کے لیے ہراول دستہ ہے اور امت کی وحدت اور نشاۃِ ثانیہ میں رکاوٹ ہے۔

اور اس کے زوال کے ساتھ ہی دشمن نے مسلمانوں کی سرحدیں کھینچیں اور ان کے دستور بنائے اور ان کے حکمران مقرر کیے اور ان کے حکمرانوں کو گندے سیاسی ماحول میں گھیر لیا۔ ان کے لیے سکیورٹی فورسز تیار کیں جو مسلمانوں پر وحشیانہ طریقے سے تشدد کرتی ہیں۔ اور ان کے لیے جھوٹا میڈیا اور منافق رپورٹرز بنائے تاکہ شعور کو قتل کیا جائے اور حقائق کو الٹ دیا جائے۔ اور ان کے لیے درباری شیخ خریدے جو دولت اور تلوار کی بنیاد پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ان کے لیے ایسے گروہ بنائے جو اسلامی نعروں سے اسلامی عوام کو اپنے اندر سمولیتے ہیں، جو کسی اسلامی نظریے سے خالی ہیں، اور لوگوں کی گردنوں کو نظام کے سامنے جھکا دینے والے ہیں، تاکہ وہ نظام کے لیے حفاظتی دیوار بن جائیں، اس کی غداری اور بدعنوانی کو چھپائیں اور اس کی کمی کو پورا کریں۔ اور جب انقلابات شروع ہوئے تو دشمن نے مختلف طریقوں سے جوابی انقلاب تیار کیے، جن میں مسلح انقلابات بھی شامل تھے جو نظام کے حامیوں سے جڑے ہوئے تھے۔

اور خلافت کے زوال کے ساتھ ہی وہ ریاست چلی گئی جو لوگوں کے معاملات کی نگہداشت کرتی تھی، اور ان افواج کو باندھ دیا گیا جو ریاست اور عوام کی حفاظت کرتی تھیں، پس ممالک پر قبضہ کر لیا گیا، خون بہایا گیا، مقدس مقامات کی بے حرمتی کی گئی، آزاد عورتوں کی عصمت دری کی گئی، جبکہ افواج، اپنی بیرکوں میں بند، تماشائی بنی ہوئی تھیں اور نقصانات کی گنتی کر رہی تھیں!

اور خلافت کے زوال کے ساتھ ہی دولت لوٹ لی گئی اور ٹیکس اور محصولات عائد کیے گئے تو شدید غربت آن پڑی، بے روزگاری پھیل گئی، تعلیم اپنے مقصد سے ہٹ گئی، عقلیں فاسد ہو گئیں، برائی پھیل گئی اور شرافت غائب ہو گئی۔

اور خلافت کے زوال کے ساتھ ہی ہم نے اپنے فیصلے خود کرنے کی سیاسی طاقت کو کھو دیا اور ہماری ریاستیں قابض حکومتیں بن گئیں جو اپنے دین اور اپنی عوام سے دشمنی کر رہی ہیں۔ اور ہم بین الاقوامی نظام کے سامنے بھکاری بن گئے جو ہماری تکالیف کا خالق ہے۔ اور ہم دنیا پر حکمرانی کے بعد تیسری دنیا کے ممالک کے دامن میں بے عزتی کے ساتھ ذلیل ہو گئے۔ اور اس کے زوال کے ساتھ ہی مسلمانوں نے دنیا اور آخرت دونوں کو کھو دیا اور ان کے ممالک ایک نفرت انگیز استعمار کے زیر اثر آ گئے اور استعمار کے کھیت بن گئے اور مسلمان اس میں غلام بن کر رہ گئے۔

یہ ہے خلافت اور یہ ہے اس کی واپسی کا مطلب، جس کے بغیر تین دن اور تین راتیں گزارنا ہم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً»** **"اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (خلیفہ کی) بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا"**

پس، مسلمانوں کو متحد کرنے والی، ان کے دشمن کو مغلوب کرنے والی، ان کے دین کی حفاظت کرنے والی، ان کے رب کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے والی اور ان کے خون، عزت اور مقدس مقامات کی حفاظت کرنے والی خلافت کی واپسی سے صرف وہی شخص دشمنی کر رہا ہے جو یا تو کافر ہے یا کوئی غدار اور مفاد پرست ایجنٹ یا کوئی بزدل ہے جو اللہ سے زیادہ لوگوں سے ڈرتا ہے۔

تو کوئی مسلمان بے بسی کا عذر نہ کرے، کیونکہ اللہ کی قسم اگر دلوں میں ایمان اور عوامی حمایت کی حامل ایک مخلص اور باشعور سیاسی قیادت اکٹھے ہو جائیں تو اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا، چاہے ان کے خلاف زمین کی تمام طاقتیں ہی کیوں نہ جمع ہو جائیں۔

بھلا وہ قوم کیسے شکست کھا سکتی ہے جس کے ساتھ اللہ ہو؟! اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی سے فرمایا: **«مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا»** **"تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے؟"** اور ان کے رب سبحانہ نے ان سے فرمایا: **﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾** **"اور جو اللہ کی مدد کرے گا تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ بڑا طاقتور اور غالب ہے۔"** (سورۃ الحج: آیت 40) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً﴾** **"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے دین کو ان کے لیے ضرور غالب کر دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ان کے خوف کو ضرور امن میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گے"** (سورۃ النور: آیت 55) اور اللہ عزوجل نے

فرمایا: ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ "اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے" (سورۃ آل عمران: آیت 160)

فہرست

# نیتن یاہو کا واشنگٹن کا دورہ اور ٹرمپ کے جبری نقل مکانی کے بارے میں بیانات

باھر صالح

یہودی وزیر اعظم نیتن یاہو کے امریکہ کے دورے اور وہاں کے صدر ٹرمپ سے 4 فروری 2025 بروز منگل اس کی ملاقات کو میڈیا اور سیاسی حلقوں میں زبردست توجہ حاصل ہوئی، خاص طور پر غزہ کے موضوع اور وہاں کے لوگوں کے انخلاء کے بارے میں ان کے بیانات کی وجہ سے، جو بہت سے لوگوں کے لیے حیران کن تھے۔ وائٹ ہاؤس میں نیتن یاہو کے ساتھ ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں ٹرمپ نے کہا: "امریکہ غزہ کی پٹی پر کنٹرول حاصل کرے گا، اور ہم توقع کرتے ہیں کہ وہاں ہماری طویل مدتی ملکیت ہوگی"۔ اس نے مزید کہا کہ فلسطینیوں کے غزہ میں رہنے کی واحد وجہ متبادل کا نہ ہونا ہے، ان کا ماننا تھا کہ دوبارہ تعمیر کے بعد یہ علاقہ "مشرق وسطیٰ کا رویرا بن سکتا ہے"۔ پھر انہوں نے انخلاء کے منصوبے میں اردن اور مصر کی شرکت کے امکان کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ "شاہ عبداللہ دوم اور صدر عبدالفتاح السیسی غزہ کے باشندوں کو امن سے رہنے کے لیے زمین فراہم کریں گے"

غزہ پر امریکہ کے قبضے اور وہاں کے لوگوں کے انخلاء کے کی تجویز نے بین الاقوامی اور عالمی سطح پر تنقید اور اعتراضات کی لہر کو جنم دیا جس نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے، دوریاستی حل کے منصوبے کو زندہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ تب وائٹ ہاؤس نے فوری طور پر وضاحت کی کہ ٹرمپ کے منصوبے کا مطلب غزہ پر امریکہ کا قبضہ یا اس کی تعمیر نو نہیں ہے۔ وائٹ ہاؤس کی ترجمان کیرولین لیویٹ نے بدھ کے روز ایک پریس بریفنگ میں کہا: "صدر نے غزہ میں زمینی فوج بھیجنے کا وعدہ نہیں کیا... امریکہ غزہ کی تعمیر نو کے اخراجات برداشت نہیں کرے گا"۔ جبکہ اس سے پہلے ٹرمپ نے منگل کے روز اپنے بیانات میں غزہ کو محفوظ بنانے میں مدد کے لیے امریکی فوج بھیجنے کے امکان کو مسترد نہیں کیا تھا۔ ٹرمپ نے کہا تھا: "ہم وہ کریں گے جو ضروری ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم ایسا کریں گے"

بلکہ امریکی وزیرِ خارجہ مارکو روبیو، بدھ، 5 فروری 2025 کو ٹرمپ کے موقف کی شدت کو کم کرنے اور اس کا جواز پیش کرنے کے لیے نکلا اور کہا کہ ٹرمپ نے غزہ کی پٹی کے بارے میں جو پیشکش کی ہے اس کا مقصد جارحانہ اقدام نہیں ہے، اور اس کی پیشکش اس علاقے سے ملبہ ہٹانے اور تباہی سے جگہ کو صاف کرنے میں مداخلت کرنے کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس

نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "غزہ کی تعمیر نو کے دوران لوگوں کو کہیں تو رہنا پڑے گا"۔ پھر جمعرات کے روز خود ٹرمپ نے کہا کہ یہودی وجود لڑائی کے خاتمے کے بعد غزہ کی پٹی امریکہ کے حوالے کر دے گی۔

جمعہ 7 فروری 2025 کو، وائٹ ہاؤس میں جاپانی وزیر اعظم سے ملاقات کے دوران ٹرمپ نے کہا: "بنیادی طور پر، امریکہ اس معاملے کو ایک جائیداد کی سرمایہ کاری کے طور پر دیکھے گا، غزہ ہمارے لیے ایک جائیداد کی ڈیل ہے، جہاں ہم اس علاقے میں سرمایہ کار ہوں گے، اور ہم کسی بھی قدم کو جلد بازی میں نہیں اٹھائیں گے۔"

اس طرح دنوں بلکہ گھنٹوں میں ٹرمپ انتظامیہ اور خود ٹرمپ کی جانب سے بیانات تبدیل ہوتے رہے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اسے فیصلوں میں ہچکچاہٹ یا اندرون ملک بڑی تبدیلیوں اور برطرفیوں کو ان شورش زدہ خبروں اور مواقف کے ذریعے میڈیا اور عوام کی نظروں سے او جھل رکھنے کی پالیسی سمجھا۔

لیکن توجہ منتشر کرنے یا دیگر خبروں میں دھیان لگانے کا معاملہ محض ایک مفروضہ ہے جس کے بارے میں حقائق کو مضبوط کیے بغیر بات کی جا رہی ہے، امریکہ میں معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس پر آئین، قانون، اداروں اور عدلیہ کی حکمرانی ہے، ٹرمپ آئین یا عدلیہ سے تجاوز نہیں کر سکتا، مثال کے طور پر، عدلیہ اکثر امریکی صدور کے فیصلوں کو معطل یا منسوخ کرنے میں کامیاب رہی ہے، جن میں خود ٹرمپ بھی شامل ہیں، اور ایسا پچھلے دنوں میں ہوا ہے، اسی طرح سینیٹ اور ایوان نمائندگان اور پینٹاگون اور نگران ادارے محض ابھرتے ہوئے ادارے نہیں ہیں کہ ٹرمپ ان کو اس سادگی سے بہلا سکے جس کے بارے میں مفروضے کے مالک بات کرتے ہیں۔

جہاں تک ہچکچاہٹ کا تعلق ہے، تو یہ درست ہے کہ کسی شخص کے فیصلوں میں شش و پنج اور ان میں سے بعض سے دستبرداری کو ہچکچاہٹ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہو گا جب اس کی پہلے سے منصوبہ بندی نہ کی گئی ہو، اور یہ امکانات اور توقعات سے باہر ہو، اور یہ بات امریکہ جیسی ریاست سے بعید از امکان ہے جو اپنے منصوبے اور پروگرام، ملازمین، مفکرین اور پالیسی سازوں کی فوج کے ذریعے تیار کرتی ہے۔

راجح یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ اس جبری انخلاء کے لیے ماحول کو سازگار بنانا چاہتی ہے جسے حکمرانوں نے پہلے ہی مسترد کر دیا ہے، خاص طور پر مصر اور اردن میں، دوسرے لفظوں میں، یہ ایک (نبض کی جانچ) کا عمل ہے کہ کیا یہ حکمران لوگوں پر، ٹرمپ کے بیان پر عمل کرنے اور انہیں ان کے ملکوں سے بے دخل کرنے اور انہیں خالی کرنے اور یہودیوں کو ضم کرنے یا اسے ٹرمپ کی مرضی کے مطابق کسی اور وقت تک ملتوی کرنے کے لیے، دباؤ ڈال سکتے ہیں ایک ایسے وقت میں کہ اگر لوگ ان دونوں حکومتوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں اور انہیں اس غداری سے روکیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرمپ انخلاء کے منصوبے پر عمل درآمد اس وقت عمل کرے گا جب وہ اس پر عملدرآمد کم سے کم ضمنی نقصان کے ساتھ ممکن سمجھے گا۔ اور اس بات میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ وہ فی الحال تیاری کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کرے، جیسا کہ اس نے اپنے اس قول سے اظہار کیا کہ: "غزہ ہمارے لیے ایک جائیداد کا سودا ہے، جہاں ہم اس علاقے میں سرمایہ کار ہوں گے، اور ہم کوئی بھی قدم اٹھانے میں جلدی نہیں کریں گے"

اور یہ چیز یہودیوں کو خوش کر گئی اور ان کے منہ میں پانی بھر آیا، اور نیتن یاہو اس منصوبے سے سب سے زیادہ خوش ہے کیونکہ اس کے علاوہ یہ ان کے توراتی خوابوں اور فلسطین کے لوگوں کو بے دخل کرنے اور فلسطین کو یہودیوں کے لیے رکھنے کے منصوبوں سے ہم آہنگ ہے۔ اس چیز نے نیتن یاہو کے اور اس کی حکومت کے لیے بھی ایک نجات دہندہ کا کردار ادا کیا۔ نیتن یاہو نے دوسرے مرحلے کے مذاکرات کو ٹرمپ سے ملاقات کے بعد تک ملتوی کر دیا تھا جو امریکہ جانے سے پہلے شروع ہونے والے تھے، اور اس نے واشنگٹن جانے سے پہلے اعلان کیا تھا کہ مذاکرات کی بحالی کے لیے ان کی ایک شرط ہے کہ حماس اپنے رہنماؤں کو غزہ کی پٹی سے نکالنے پر راضی ہو جائے۔ تو جب ٹرمپ سے اس کی ملاقات میں جو کچھ ہوا اس کے بعد اس نے فوری طور پر وفد کو دوسرے مرحلے کے مذاکرات کے لیے بھیج دیا اور اپنی شرط کو بھول گیا، کیونکہ انخلاء کا مسئلہ جس کے بارے میں ٹرمپ نے بات کی تھی سموٹریچ کو حکومت میں رہنے پر قائل کر سکتا ہے کیونکہ بصورت دیگر دھمکی دی گئی ہے کہ اگر نیتن یاہو دوسرے مرحلے کے بعد جنگ دوبارہ شروع نہیں کرتا تو وہ حکومت سے دستبردار ہو جائیں گے۔ لہٰذا غزہ کے لوگوں کو بے دخل کرنے، حماس کو ختم کرنے اور تمام یرغمالیوں کو بازیاب کرانے کے ٹرمپ کا منصوبہ،

نیتن یاہو اور سموٹریچ کے منصوبوں کو جنگ میں واپس جانے اور نیتن یاہو کی حکومت کو گرنے اور مقدمات میں جانے سے بچانے کے لیے ایک تحفہ اور راستہ ہے۔

اسی لیے ہم نے دیکھا کہ کس طرح یہودی فوج معاہدوں کی پابندی پر واپس آئی، جیسے کہ محور نتساریم سے انخلاء، چنانچہ جنگ بندی کے معاہدے پر عمل درآمد کرتے ہوئے اس علاقے سے اتوار 9 فروری 2025 کی صبح انخلاء کر لیا گیا۔

تو جیسا کہ ظاہر ہے نیتن یاہو کو، جنگ میں واپس جائے بغیر، جس میں ٹرمپ بھی نہیں جانا چاہتا، تینوں اہداف کے حصول کے لیے ٹرمپ کے منصوبے پسند آئے، اور اس کا اظہار نیتن یاہو نے فاکس نیوز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں کیا جہاں اس نے ٹرمپ کے خیال کو ایک عظیم خیال قرار دیا جو شروع میں کچھ لوگوں کو عجیب لگا، لیکن بعد میں ممکن نظر آئے گا اور غزہ کے مسئلے کا بنیادی حل تشکیل دے گا۔ اب وہ دوسرے اور تیسرے مرحلے میں یرغمالیوں کو بازیاب کرانے اور جنگ کے خاتمے کے لیے ماحول کو سازگار بنانے اور حماس کو منظر سے ہٹانے کے لیے انتظامات کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ انخلاء کے منصوبے پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ہو۔ غزہ کے لوگوں پر پہلے ہی سے سختی شروع کر دی گئی ہے، چنانچہ یہود نے جنگ بندی کے آغاز کے بعد سے انسانی امداد، خیموں اور موبائل گھروں کی ترسیل کی اجازت دینے میں تاخیر کی ہے، اس کے علاوہ پانی، خوراک اور صحت کے حالات کی کمی بھی ہے، تاکہ غزہ میں رہنے اور زندگی گزارنے کا آپشن اگر ناممکن نہیں تو، مشکل ضرور ہو جائے اور اس کے مقابلے میں ایسی جگہوں پر ہجرت کا موقع فراہم کیا جائے جہاں زندگی کے قابل قبول حالات فراہم کیے جائیں۔ اس طرح ٹرمپ نے انخلاء کے منصوبے کا اعلان کر کے اور معاہدہ ابراہیم میں واپسی اور اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے اور اگلے چار ہفتوں کے دوران مغربی کنارے میں توسیع کے بارے میں سوچنے کا وعدہ کر کے یہودیوں کی وفاداری کو یقینی بنا لیا ہے اور نیتن یاہو اس کے منصوبوں کے مطابق چلے گا۔

یہ ان کے منصوبے اور ان کے خواب ہیں لیکن مسلمان ان کو تسلیم نہیں کریں گے، بلکہ یہ سب خواب امتِ مسلمہ کی ثابت قدمی کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے، اور فلسطین کے لوگوں کا 77 سال تک یہودیوں اور ان کے حامی تمام نوآبادیاتی قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی سرزمین سے چمٹے رہنا اور اس پر ثابت قدم رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ امت

اپنے ذلیل حکمرانوں کی طرح نہیں ہے، اور جو تعاون اور رضامندی ٹرمپ کو ایجنٹ حکمرانوں کی طرف سے نظر آرہی ہے وہ اسے امت اور فلسطین کے لوگوں کی طرف سے نظر نہیں آئے گی۔

ٹرمپ اور نیتن یاہو یہ سمجھتے ہیں کہ غزہ اور فلسطین کے لوگ کسی متبادل آپشن کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنی سرزمین سے چمٹے ہوئے ہیں، تو یہ ان کی خام خیالی ہے اور مسلمانوں کو ان کی بوسیدہ قوموں پر قیاس کرنے کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے سچے اور مخلص مردوں کے ساتھ ٹرمپ اور ان کے پیروکاروں کے بیانات کو ہوا میں اڑا کر رکھ دے گی، اور پھر بابرکت سرزمین اپنے اہلیان کی طرف دار اسلام بن کر لوٹ آئے گی۔ خلافت راشدہ عنقریب ان شاء اللہ واپس آئے گی، اور یہودیوں سے جنگ کرے گی اور ان کی ریاست کا خاتمہ ان شاء اللہ ہو کر رہے گا، اور پھر زمین اپنے القوی اور العزیز اللہ کی مدد سے منور ہو جائے گی۔

فہرست

# یوم سقوط خلافت، یوم احیائے خلافت کا تقاضا کرتا ہے

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

3 مارچ، 1924 کو بمطابق 28 رجب، 1342 ہجری، ترک غداروں کے ایک چھوٹے سے ٹولے نے، جس کی قیادت مصطفی کمال کر رہا تھا، مسلمانوں کی 13 صدیوں سے زائد کی اس وحدت کی میراث کو مسمار کر کے رکھ دیا، جس کے بعد مسلمان سر کی چھت سے محروم ہو کر یتیم ہو گئے۔ آج اس واقعے کو 104 ہجری سال پورے ہو گئے ہیں۔ خلافت کے خاتمے کے بعد کفار نے مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے پنجروں میں بانٹ دیا۔ ان کے درمیان پاسپورٹ اور ویزوں کے بغیر سفر ممنوع قرار دیا، ان کی افواج، اسلحہ، معدنی وسائل، زمینیں، انسانی وسائل، ٹیکنالوجی، الغرض ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے کر کے تہس نہس کر دیا۔ یوں ہم کفار کے سامنے تر نوالہ بن گئے، جس کو کھانے کیلئے وہ امڈ امڈ کر آرہے ہیں۔ غزہ کے دفاع کیلئے کوئی مسلم فوج نہیں، نہ ہی برما کیلئے، نہ ہی پاکستانی افواج مسجد اقصٰی کی آزادی کیلئے دستیاب ہیں، نہ ترک افواج کشمیر کیلئے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک جسم سے سر، دھڑ، ہاتھوں اور پیروں کو جدا جدا کر دیا جائے!

ہندوستان کے مسلمانوں نے اس خلافت کو بچانے کیلئے تحریک خلافت کے نام سے ہندوستان کی تاریخ کی سب سے بڑی سیاسی مہم کا آغاز کیا تھا۔ گلی گلی، محلے محلے خلافت کمیٹیاں تشکیل دی تھی۔ حتیٰ کہ گاندھی کو بھی اس تحریک میں شامل ہوئے بغیر ہندووں کا سیاسی مستقبل تاریک نظر آیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے بلقان کی جنگ میں اپنی خلافت کی مدد کیلئے امداد بھیجی تھی۔ ہندوستان کے متعدد مسلمانوں فوجیوں نے موت کو گلے لگالیا لیکن انگریزوں کی قیادت میں خلافت عثمانیہ سے لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن آج ہماری افواج امریکی جنگوں کیلئے کرائے کی فوج کے طور پر استعمال ہو رہی ہیں۔ ہمارے نوجوان لیفٹیننٹ، کیپٹن اور میجر ہر دن ایک ایسی جنگ کی نظر ہو رہے ہیں جس کا فائدہ صرف اور صرف استعمار کو ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے، فلسطین میں بندروں اور سؤروں کے بھائیوں کی جانب سے ہمارے لوگوں کے خلاف قتل، تباہی اور جرائم کا ارتکاب دیکھ رہے ہیں۔ امتِ مسلمہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مشرقی ترکستان، کشمیر، میانمار، وسطی ایشیا، سوڈان، یمن، شام اور دیگر مسلم ممالک میں اس کے بیٹوں پر، امام (خلیفہ) کی عدم موجودگی کی وجہ سے، ظلم و ستم، خون ریزی اور تباہی برپا ہے۔ وہ امام (خلیفہ)، جس کے ذریعے وہ بچاؤ کرتے اور جس کے پیچھے رہ کر لڑتے ہیں۔

**اے مسلمانو!** یوم سقوط خلافت، یوم احیائے خلافت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کیونکہ خلافت ہی اسلام کی ریاست، اس کا سیاسی وجود اور اس کو نافذ کرنے کا شرعی طریقہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ عَمَّا جَاءكَ مِنَ الْحَقِّ**﴾ "اور جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے" (سورۃ المائدہ: آیت 48) اور فرمایا: ﴿**وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللهُ إِلَيْكَ**﴾ "اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے اور ان سے ہوشیار رہیں کہ کہیں وہ آپ کو اللہ کی طرف سے نازل کردہ کچھ احکامات سے فتنے میں نہ ڈال دیں۔" (سورۃ المائدہ: آیت 49) اور رسول ﷺ سے خطاب، ان کی امت کے لیے بھی خطاب ہے، جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو اسے خاص کرے۔ اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اس لیے یہ مسلمانوں کے لیے خلافت کے قیام کو واجب قرار دینے والا خطاب ہے۔

جہاں تک سنت کا تعلق ہے، تو امام مسلم نے نافع کے ذریعے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: «**مَنْ خَلَعَ يَداً مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً**» "جس نے اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہو گی، اور جو اس حال میں مر گیا کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں تھی، تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ پس، نبی ﷺ نے ہر مسلمان پر یہ فرض کیا ہے کہ اس کی گردن میں اطاعت کی بیعت ہو، اور جو اس حال میں مر جائے کہ اس کی گردن میں بیعت نہ ہو، تو اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور بیعت صرف خلیفہ کے لیے ہوتی ہے۔ واجب یہ ہے کہ ہر مسلمان کی گردن میں بیعت ہو، یعنی ایک خلیفہ موجود ہو، جو اپنے موجود ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان کی گردن میں بیعت کا مستحق ہو۔

امام الماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں کہا ہے: "الإمامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا، وعقدها لمن يقوم بها في الأمة واجب بالإجماع" "امامت (خلافت) دین کی حفاظت اور دنیا کی سیاست میں، نبوت کے جانشین کے طور پر قائم کی گئی ہے، اور امت میں اس کے قائم کرنے والے کا تقرر، اجماع سے واجب ہے۔" اور امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے: "أجمعوا على أنه يجب على المسلمين نصب خليفة" "اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کا تقرر واجب ہے"۔ اسلامی خلافت اور امت کو ایک حکمران کے ماتحت جمع کرنا، جو انہیں اللہ کی شریعت کے مطابق نبوی طریقے سے چلائے، آج کے مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے، اور یہ اسلام کے سب سے بڑے مقاصد میں سے ہے، اور اتحاد و یکجہتی کی اعلیٰ ترین شکل ہے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ "اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، تو مجھ سے ڈرو") سورۃ المؤمنون: آیت 52) اور فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ "اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو" (سورۃ آل عمران: آیت 103) تفرقہ، انتشار اور ذلت ہے۔

**اے مسلمانو!** بے شک خلافت تمہارے رب کی طرف سے فرض ہے اور تمہارے نبی ﷺ کی طرف سے بشارت ہے اور تمہاری عزت کا باعث اور تمہارے دشمن کو زیر کرنے والی ہے، اور یہ دنیا میں حق اور انصاف پھیلانے والی ہے، تو اس کے قیام کے لیے مخلص کارکن بنو۔ کیا تمہارے دل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نہیں تڑپتے؟! تمہارے حکمرانوں کی بزدلی، بلکہ تمہارے ساتھ ان کی خیانت کے سائے میں *"وامعتصماہ"* کا جواب دینے والے کہاں ہیں؟

نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کو قائم کرنے کی دعوت، جس کے لیے حزب التحریر کام کر رہی ہے، ان جھوٹی سرحدوں سے ماوراء ہے، جو استعمار نے خلافتِ عثمانیہ کے انہدام کے بعد مسلمانوں کے ممالک کے درمیان کھینچی ہیں۔ یہ کرہ ارض پر موجود تمام مسلمانوں کے لیے ایک عالمی دعوت ہے۔ یہ ان کی عام قیادت ہے، اور حزب نے اس کے لیے کتاب و سنت سے اخذ کردہ ایک دستور تیار کیا ہے، جس میں معیشت، خارجہ، جنگ، معاشرت، تعلیم، صحت، مالیات اور ان تمام چیزوں کے بارے میں مواد شامل ہے جن کی پہلے دن سے اس کے قیام کے عملی نفاذ کے لیے ضرورت ہو گی، ان شاء اللہ، جس کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کی جماعتیں اس کے لیے آرزومند ہیں۔

**تو اے مسلمانو!** ہم آپ کو اس کے قیام کے لیے ہمارے ساتھ مل کر سنجیدگی اور اخلاص سے کام کرنے کی دعوت دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں ﴿**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ**﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے، اور جان لو کہ اللہ، انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تم سب اس کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔"(سورۃ الانفال: آیت 24)

فہرست

# سوال وجواب: اہلِ غزہ کی نقل مکانی

**سوال:**

[2025/1/26 کو الجزیرہ نے اپنی ویب سائٹ پر خبر شائع کی کہ: (امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا ہے کہ غزہ کی پٹی پر اسرائیلی حملے سے پیدا ہونے والے انسانی بحران کے بعد وہ اردن، مصر اور دیگر عرب ممالک پر نقل مکانی کرنے والے مزید فلسطینیوں کو پناہ دینے کے لیے دباؤ ڈالے گا... جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ تجویز وقتی ہے یا طویل مدتی تو ٹرمپ نے کہا کہ "یہ بھی ممکن ہے اور وہ بھی")]۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ٹرمپ اردن اور مصر کے حکمرانوں کے گرد گھیرا تنگ کر کے ان کو مشکل میں ڈال رہا ہے، کیونکہ ان دونوں نے اس سے پہلے واضح طور پر کہا تھا کہ وہ اس نقل مکانی کے حامی نہیں ہیں؟ اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرمپ غزہ کی پٹی کو اس کے باسیوں سے خالی کر کے، اس کو یہودی وجود میں ضم کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، جبکہ عرب حکمران بلکہ مسلمانوں کے تمام حکمران قبر میں مدفون لوگوں کی طرح خاموش ہیں اور اس کے سامنے کوئی بھی حرکت نہیں کر رہے؟ اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکی پالیسی میں کوئی تبدیلی آئی ہے یا یہ نئے انداز میں وہی پرانی پالیسی ہے؟

**جواب:**

مندرجہ بالا سوالات کی وضاحت کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور کو سامنے رکھیں گے:

1. ٹرمپ اپنے پیش رو بائڈن کے برعکس، اپنے اہداف کو پوشیدہ نہیں رکھتا، مثال کے طور پر بائڈن لوگوں کو یہ باور کرواتا تھا کہ امریکہ دو ریاستی حل کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے پر کام کر رہا ہے، جو کہ درحقیقت بے معنی الفاظ تھے! الجزیرہ نے 2024/1/4 کو اپنی ویب سائٹ پر خبر نشر کی کہ: (امریکی صدر جو بائڈن نے کل جمعہ کے دن کہا کہ دو ریاستی حل کے کئی طریقے ہیں، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ اقوام متحدہ میں کئی ایسے ممالک شامل ہیں جن کی ذاتی فوجی قوت نہیں ہے... الجزیرہ 2024/1/4) یعنی ان طریقوں کی بات کر کے بائڈن ایسی ریاست کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کی کوئی فوج نہیں ہو گی! مگر ٹرمپ نے لوگوں کو شش و پنج میں رکھے بغیر اپنے ارادے کا اظہار کیا... اور اپنی انتخابی مہم کے دوران وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: (جب میں مشرق وسطیٰ کے نقشے کو دیکھتا ہوں تو مجھے اسرائیل ایک بہت چھوٹا سا ٹکڑا لگتا ہے۔

میں سنجیدگی سے سوچتا ہوں کہ کیا مزید علاقے حاصل کیے جاسکتے ہیں؟ یہ بہت ہی چھوٹا ہے... سکائی نیوز 2024/8/19)، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مغربی کنارے میں آباد کاری کے منصوبے کو جائز قرار دے کر یہودی وجود کی توسیع چاہتا ہے، اور زمین پر قبضہ کرنے کے لیے اور نئی آباد کاری کرنے کے لیے ان کے ہاتھ کھولنا چاہتا ہے۔

2. اس بات کی تائید یہودی وجود کے لیے امریکہ کے سفیر کے طور پر اس شخص کی تعیناتی سے ہوتی ہے جو اس کے نظریے کا علمبردار ہے، اور یہ شخص مایک ھاکانی ہے جس کی تعریف کرتے ہوئے ٹرمپ نے ٹروتھ سوشل ویب سائٹ میں اپنے اکاونٹ پر 2024/11/13 کو کہا کہ "یہ اسرائیل اور اسرائیلی عوام سے محبت کرتا ہے، اسی طرح اسرائیلی عوام بھی اس سے محبت کرتی ہے، مایک بغیر تردد کے مشرق وسطی میں امن کے لیے کام کرے گا"۔ بی بی سی نے 2024/11/13 کو مایک ھاکابی کا ایک بیان یہودی چینل 12 کے توسط سے نقل کیا کہ ھاکابی یہودی وجود کی حمایت میں اپنے بیانات کے لیے مشہور ہے، ہاکابی نے 2015 میں اپنے ایک بیان میں کہا کہ: "اسرائیل کی جانب سے مغربی کنارے کو ضم کرنے کا مطالبہ امریکہ کی جانب سے مانھاٹن کے متعلق مطالبے سے زیادہ مضبوط ہے"۔ سوشل میڈیا میں اس کی ایک 2017 کے وقت کی ویڈیو موجود ہے جس میں اس نے کہا تھا کہ "مغربی کنارہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے، یہ یہودا اور سامرہ ہے، آباد کاری نام کی کوئی چیز نہیں یہ سوسائٹی ہے، یہ محلے ہیں، یہ شہر ہیں، قبضہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے"۔

3. اس سفیر نے یہودی چینل 7 کے ساتھ بات کرتے ہوئے 2024/11/15 کو اپنے ان بیانات کو دہراتے ہوئے کہا کہ: "ایسی کوئی بات کرنا میرے لیے ممکن نہیں جس پر مجھے یقین نہ ہو، مغربی کنارے کی اصطلاح استعمال کرنے کے لیے میں ہرگز تیار نہیں ہوں، اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے، میں یہودا اور سامرہ کی بات کر رہا ہوں، میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ کوئی قابض نہیں ہے" اس نے کہا: "یاد کریں کہ گزشتہ جن چار سالوں میں ٹرمپ صدر رہا اس دوران ٹرمپ، تاریخ میں کسی بھی امریکی صدر سے زیادہ اسرائیل کا حامی رہا، اس نے القدس کو دارالحکومت تسلیم کرنے، امریکی سفارت خانے کو تل ابیب سے القدس منتقل کرنے اور گولان کی پہاڑیوں کو اسرائیل کی قانونی ملکیت قرار دینے سمیت بہت کچھ کیا، اس نے دو ریاستی حل پر کوئی پیش رفت نہیں کی، کیونکہ یہ غیر عملی اور ناقابل عمل حل ہے"، اس نے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ دو ریاستی حل کا کوئی جواز ہے، میرا سالہا سال سے یہی موقف ہے، اس موقف سے ٹرمپ متفق ہے اور میں اسی کے تسلسل کی توقع کرتا ہوں"۔ ان بیانات

سے مسئلہ فلسطین کے بارے میں ٹرمپ کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مغربی کنارے پر قبضے اور آباد کاری کو جواز دینا چاہتا ہے۔

4. اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ کے پاس مسئلہ فلسطین کا فلسطینیوں کے لیے ریاست کی صورت میں کوئی نیا متعین حل موجود نہیں ہے چاہے اس ریاست کا حجم کچھ بھی ہو، بلکہ معاملہ امریکہ کی جانب سے یہودی وجود کی مغربی کنارے میں آباد کاری کو باقاعدہ سرکاری طور پر قانونی حیثیت دیے جانے کی طرف بڑھ رہا ہے، جیسا کہ یہودی وجود کے لیے امریکی سفیر کے بیانات اشارہ کررہے ہیں، اور اس کا یہ کہنا کہ ٹرمپ اس کا حامی ہے، اور ٹرمپ کا اس کی تعریف کرنا، اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اس مسئلے میں ٹرمپ کے نظریے کا علمبردار ہے. اس بات کی تائید ٹرمپ کی جانب سے ان یہودی آباد کاروں پر عائد پابندی اٹھائے جانے سے بھی ہو رہی ہے جن کی تجاوزات کو امریکہ نے بائڈن کے دور میں غیر قانونی قرار دے رکھا تھا۔ یوں ٹرمپ کی جانب سے امن کا مطلب، یہودی وجود کا مغربی کنارے کی زمین پر قبضے اور اس پر آباد کاری کو قبول کرنا ہے، اور ساتھ ہی فلسطینی اتھارٹی کو فی الحال کچھ حد تک خود مختار انداز میں بقا کا حق دینا ہے تاکہ وہ سیکیورٹی تعاون کے نام پر یہودی وجود کی خدمت جاری رکھے، لوگوں سے ٹیکس اکٹھا کر کے ان کو ہانکتی رہے، اور کچھ بلدیاتی خدمات کے ذریعے اتھارٹی کے کارندے لوگوں کو قابو میں رکھیں۔

5. ٹرمپ نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ وہ امن قائم کرنے کی طاقت رکھتا ہے تاکہ خطے کے حکمرانوں کو ایک وھم میں رکھ سکے اور ان کو سبز باغ دکھا سکے جیسے شیطان اپنے پیروکاروں کو سبز باغ دکھاتا ہے، چنانچہ الجزیرہ نے 2025/1/23 کو خبر نشر کی کہ: (امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ ان کی انتظامیہ نے چار دن میں وہ کچھ حاصل کیا جو سابق صدر بائڈن کی انتظامیہ نے چار سال میں حاصل نہیں کیا، اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ اگر ان کی انتظامیہ نہ ہوتی تو اس ہفتے غزہ میں جنگ بندی کا معاہدہ نہ ہوتا۔ اسی طرح اس نے ذکر کیا کہ سعودی عرب، امریکہ میں 600 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہا ہے، مگر وہ سعودیہ سے سرمایہ کاری کو ایک ہزار ارب ڈالر تک بڑھانے کا مطالبہ کرے گا...) اس کے باوجود ٹرمپ نے اس معاہدے سے یہودی وجود کے لیے "تحائف کا بستہ" حاصل کر لیا جیسا کہ یہودی اخبار یدیعوت احرنوت نے 2025/1/14 کو ذکر کیا کہ: (اسرائیل کے پاس اس بات کا حق ہو گا کہ اگر وہ ضرورت محسوس

کرے تو اس جنگ بندی کو ختم کر سکتا ہے، اور عنقریب وائٹ ہاؤس ان پابندیوں کو اٹھا لے گا جو سابق صدر بائڈن کی انتظامیہ نے جرائم کا ارتکاب کرنے والے بعض آباد کاروں پر عائد کی تھیں، وہ اقوام متحدہ کی ان دو عدالتوں کے خلاف ایک بین الاقوامی مہم شروع کرے گا جنہوں نے اسرائیل کے خلاف، اور خاص طور پر نیتن یاہو اور ان کے وزیرِ دفاع گیلنٹ کے خلاف جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کے ارتکاب کے الزام میں تحقیقات یا مقدمات چلائے تھے۔...)

6. یوں ٹرمپ اپنے پہلے اور موجودہ دونوں صدارتی ادوار میں یہود کے مفادات کی حفاظت کرنے والا شخص ہے، حتیٰ کہ وہ بین الاقوامی قراردادیں جو امریکہ اور بڑے ممالک نے منظور کی تھیں اور امریکہ ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی سرزنش کرتا تھا، تو اب ٹرمپ نے یہود کے مفادات کی مخالف ان قراردادوں کو روند ڈالا، اس نے اقوام متحدہ کے ان قراردادوں کو بھی روند ڈالا جن کے مطابق مغربی کنارہ مقبوضہ علاقہ ہے، جس پر یہودی وجود کو آباد کاری کا حق نہیں ہے، بلکہ یہودی وجود کو ان علاقوں سے نکل کر 4 جون 1967 کے حدود تک محدود ہونا ہے. اسی طرح اس نے القدس الشریف کے حوالے سے اقوام متحدہ کی اس قرارداد کو روند ڈالا جس کے مطابق یہ مقبوضہ فلسطینی علاقہ ہے، اس نے گولان کی پہاڑیوں کا شام کے مقبوضہ علاقے ہونے کی قرارداد کو بھی ملیامیٹ کر دیا، اور اس نے القدس اور گولان پر یہودی قبضے کو جواز فراہم کر دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مغربی کنارے میں اب تک کی جانے والی آباد کاریوں اور یہود کے قبضے کو قانونی حیثیت دے گا اور مزید آباد کاری یا اس کی توسیع کے جائز ہونے کی حمایت کرے گا۔ اس کی ابتدا اس وقت ہو گئی تھی جب اس نے ان آباد کاروں کے لیے معافی کا اعلان کیا جن پر بائڈن انتظامیہ کے دور میں سزائیں عائد کی گئی تھیں۔

7. ٹرمپ خطے کے باقی ممالک کی جانب سے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے اپنے منصوبے پر توجہ مرکوز کرے گا تاکہ یہودی وجود کو اور یہودی وجود کی جانب سے فلسطین کی سرزمین کو غصب کرنے کو جواز فراہم ہو، اس کام کے لیے جن ممالک کا انتخاب ہوا ہے ان میں خاص طور پر سعودی عرب ہے کیونکہ سعودی ولی عہد کے ٹرمپ کے ساتھ گہرے مراسم ہیں، جو سعودی عرب کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کے لیے بھرپور توجہ دے رہا ہے اور اس میں شاید زیادہ تاخیر نہ ہو، کیونکہ سعودی حکومت کا ٹرمپ کی قیادت میں ریپبلکن انتظامیہ کے منصوبے کی طرف بہت جھکاؤ ہے، اور یہ ہر دیکھنے والے اور بصیرت والے کو معلوم ہے۔ ٹرمپ نے 2025/1/23 کو اعلان کیا کہ (" سعودی عرب، امریکی معیشت میں

600 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کرے گا، لیکن میں اس کو ایک ٹریلین ڈالر تک بڑھانے کا مطالبہ کروں گا"... امریکی ٹی وی الحرۃ 2025/1/23)، مزید کہا کہ یہ بات بدھ کی شام مورخہ 2025/1/22 کو سعودی ولی عہد ابنِ سلمان کے ساتھ فون پر ہوئی۔ یعنی صرف ایک فون کال پر سعودی عرب کا عملی حکمران، امریکی صدر کے مطالبے کے سامنے جھک گیا اور اس کو یقین دلایا کہ وہ امریکی معیشت کو سینکڑوں ارب ڈالر کا سہارا دے گا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سعودی حکومت ٹرمپ کے دور میں امریکی مطالبات کے سامنے کس طرح ڈھیر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب بن سلمان سے مطالبہ کیا جائے گا تو وہ ایک اور فون کال پر یہود کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے کا اعلان کر دے گا۔

**8.** یہی وجہ ہے کہ یہودی وجود کی حمایت میں ٹرمپ کے اقدامات پر غور کرنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ سوال میں مغربی کنارے کو ان کے باسیوں سے خالی کر کے اسے یہودی وجود میں ضم کرنے کے حوالے سے ٹرمپ کے بیان، اور خاص طور پر جب اس سے (سوال کیا گیا کہ کیا یہ تجویز وقتی ہے یا طویل مدتی تو اس نے کہا کہ "یہ بھی ہو سکتا ہے وہ بھی"... الجزیرہ 2025/01/26)... تو اس میں غور کرنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ ٹرمپ کی عادت ہے... جہاں تک سوال میں یہ بات ہے کہ: (کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ٹرمپ اردن اور مصر کے حکمرانوں کے گرد گھیرا تنگ کر کے ان کو مشکل میں ڈال رہا ہے، کیونکہ ان دونوں نے اس سے پہلے واضح طور پر کہا تھا کہ وہ اس نقل مکانی کے حامی نہیں ہیں؟) تو ٹرمپ کو ان کی پرواہ نہیں ہے، پھر چاہے ان کا دم گھٹے یا نہ گھٹے۔ خاص طور پر جب ٹرمپ اس سے پہلے، اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں کہہ چکا ہے کہ: (میں جب مشرق وسطیٰ کے نقشے پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے اسرائیل بہت چھوٹا سا ٹکڑا نظر آتا ہے۔ میں سنجیدگی سے سوچتا ہوں کہ کیا مزید علاقے حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟ یہ بہت چھوٹا ہے"... سکائی نیوز 2024/8/19)، اس کا پچھلا بیان یہودی وجود کی توسیع کے بارے میں تھا جبکہ موجودہ بیان یہودی وجود کی توسیع کے طریقے کے بارے میں ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ کہ ٹرمپ، ان ایجنٹ حکمرانوں کے لیے حالات ساز گار کر رہا ہے تاکہ زبردستی نقل مکانی کا راستہ آسان ہو جائے کیونکہ ان حکمرانوں نے، اور خاص طور پر اردن اور مصر نے اس کو مسترد کر دیا تھا... دوسرے لفظوں میں یہ (نبض دیکھنے) کا عمل ہے کہ کیا یہ حکمران ٹرمپ کے بیان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے لوگوں پر دباؤ ڈال سکتے ہیں؟ اور لوگوں کو ان کی زمین سے نکال کر زمین کو لوگوں سے خالی کر کے یہودی وجود کے حوالے کر سکتے ہیں؟ یا پھر اگر لوگ ان دونوں حکومتوں کے سامنے ڈٹ

جائیں اور ان دونوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے ساتھ خیانت کرنے والے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے روک لیں تو اس منصوبے کو کسی ایسے وقت تک موخر کر دیا جائے، جو ٹرمپ مناسب سمجھے۔

9. ہم جانتے ہیں کہ مسلم ممالک کے حکمران خاص کر فلسطین کے ارد گرد کے حکمران اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں سے حیاء نہیں کرتے، اور ٹرمپ کے احکامات کو نافذ کرنا ان کی اولین ترجیحات میں سے ہے، انتخابات میں کامیابی اور صدر بننے پر ٹرمپ کو مبارکباد دینے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے سے یہ بالکل واضح ہے حالانکہ ٹرمپ نے یہود سے دوستی اور اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کو پوشیدہ نہیں رکھا، پھر بھی ان حکمرانوں نے اس کو مبارکباد دینے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی:

ا. چنانچہ آر ٹی عرب دنیا کے اخبار نے 2024/11/6 کو نشر کیا کہ: [سعودی نیوز ایجنسی "واس" کے توسط سے خبر دی کہ سعودی بادشاہ نے ٹرمپ کو مبارکباد دی، اور "دونوں ممالک اور دوست عوام کے درمیان مضبوط تاریخی تعلقات کے ہونے کی تعریف کی، جن کو ہر میدان میں وسعت دینے اور مزید مضبوط کرنے کے لیے سب لوگ کام کر رہے ہیں"۔ اسی طرح ترک صدر کی جانب سے مبارکباد کی خبر نشر کرتے ہوئے کہا... (صدر نے ٹوئیٹر پر اپنے بیان میں کہا کہ "میں اپنے دوست ٹرمپ کو صدارتی انتخابات میں کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں... ہم امید کرتے ہیں کہ دونوں ملکوں کے تعلقات مزید مستحکم ہوں گے...")

ب. پھر الجزیرہ نے خبر نشر کی کہ مصری صدر نے مبارکباد کے پیغام میں کہا: ["میں منتخب امریکی صدر ٹرمپ کو خلوص دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں... مصر اور امریکہ اور ان دونوں کے دوست عوام کے درمیان تعلقات اور اسٹریٹیجک شراکت داری کو مضبوط کریں گے"۔ اس کے بعد اردن کے بادشاہ کے بارے میں نشر ہوا: "امریکی صدارتی انتخابات میں کامیابی پر صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ہم دوبارہ تمہارے ساتھ مل کر اردن اور امریکہ کی طویل مدتی شراکت داری کو آگے بڑھائیں گے..."، اسی طرح پاکستانی وزیر اعظم نے بھی ٹوئیٹر پر اپنے پیغام میں کہا: "میں منتخب ہونے والے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو تاریخی کامیابی حاصل کرنے اور دوسری بار صدر بننے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں! اور آنے والی انتظامیہ کے ساتھ مضبوط انداز میں کام کرنے کی امید کرتا ہوں تاکہ امریکہ اور پاکستان کی شراکت داری کو مزید وسیع کیا جاسکے"]... الخ

ج. حتیٰ کہ شام کی عبوری حکومت کے سربراہ احمد الشرع نے بھی یہی روش اختیار کی اور فیس بک پر 2025/1/20 کو اپنے بیان میں کہا کہ: "عرب جمہوریہ شام کی عوام اور قیادت کی جانب سے ڈونلڈ ٹرمپ کو امریکہ کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں" اس نے مزید کہا کہ "ہمیں یقین ہے کہ ٹرمپ ہی وہ قائد ہے جو مشرق وسطیٰ میں امن قائم کرے گا اور اس خطے میں استحکام کو لوٹائے گا"۔

یہ لوگ مسلمانوں کی سرزمینوں میں حکمران ہیں اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کدھر بھٹک رہے ہیں۔

**10.** اس سب کے باوجود ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اپنے سچے اور مخلص جواں مردوں کے ذریعے ٹرمپ اور اس کے پیروکار حکمرانوں کے بیانات کو گرد وغبار کی طرح اڑا دے گی، اور اہلیانِ فلسطین کی جانب سے اپنے گھروں سمیت اپنی سرزمین کو مظبوطی سے تھامے رکھنا تو زبانِ زدِ عام ہے... جس نے ہزاروں کی تعداد میں ان کو سخت موسمی حالات اور ناگفتہ بہ زمینی صورتحال کے باوجود پیدل چلتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس بات کے باوجود کہ وہ جانتے ہیں کہ یہود کی وحشیانہ بربریت نے ان کے گھروں کو تباہ کر دیا ہے وہ اپنے گھروں کی طرف جانے میں جلدی کر رہے ہیں، اور وہ واپس پہنچنے کو عظیم کامیابی گردان رہے ہیں، تو جس نے یہ سب دیکھا ہو اور اس پر غور و فکر کیا ہو تو وہ یہ جان لے گا کہ ٹرمپ کے بیانات اور فلسطین کو اس کے باشندوں سے خالی کرنے کی اس کی سازش، چاہے غدار حکمرانوں میں سے اس کے چاہنے والے بھی اس کے ساتھ مل جائیں، پھر بھی یہ سب اس پر الٹا پڑے گا: ﴿**وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْؕ - وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ**﴾ "**اور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں، اور ان کی سازشیں ایسی خطرناک ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں**" (سورۃ ابراھیم: آیت 46) پھر یہ مبارک سرزمین دار الاسلام بن کر اس کے لوگوں کو ہی ملے گی، اور یہ تمام غدار حکمران ہٹا دیے جائیں گے اور اللہ کے اذن سے خلافتِ راشدہ قائم ہونے والی ہے، یہود سے قتال اور ان کے وجود کے خاتمے کا وقت آنے والا ہے، اس بابت مسند احمد میں حذیفہ سے روایت ہے کہ صادق اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «...ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» "....پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی" اسی طرح بخاری نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: «تُقَاتِلُكُمْ الْيَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ...»

**"یہود تم سے قتال کریں گے پھر تم ان پر غالب آ جاؤ گے..."** مسلم نے بھی ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **«لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ...» "یہود تم سے لازماً قتال کریں گے اور تم ان کو لازماً قتل کرو گے..."** تب دنیا، القوی اور العزیز اللہ کی مدد سے منور ہو جائے گی۔

11. لیکن جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور ہم کہہ چکے ہیں، اور اسی کو ہم اختتام میں دوبارہ دہرا رہے ہیں کہ:

[اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ خلافت قائم کرنے کے لیے اور دشمن سے لڑنے کے لیے آسمان سے فرشتے نہیں نازل کرے گا جبکہ ہم بیٹھے رہیں۔ بلکہ وہ اپنے فرشتوں کو مدد فراہم کرنے اور اس کی فتح کی بشارت دینے کے لیے ایسے لوگوں پر نازل کرتا ہے جو اپنے رب پر ایمان رکھتے ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں، ایسے مسلمان سپاہی ہیں جو جنگ میں صبر کرتے ہیں، اپنے امام کے ذریعے اپنی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی اقتدا میں دشمن سے لڑتے ہیں:

**﴿بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾** "ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا" (سورۃ آل عمران: آیت 125) پھر ہم ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن کے حق میں یہ بشارت درست ثابت ہوئی **﴿نَصْرٌ مِنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾** "اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح اور مسلمانوں کو خوشی سنا دیں" (سورۃ الصف: آیت 13)]

**28 رجب 1446 ہجری**

**بمطابق 28 جنوری، 2025 عیسوی**

#أمير_حزب_التحرير

فہرست

# سوال کا جواب: سوڈان میں عسکری آپریشن میں شدت

**سوال:**

04 فروری 2025ء کو العربیہ نیٹ نے اپنی ویب سائٹ پر خبر شائع کی: (حالیہ چند ہی گھنٹوں کے دوران فوج اور اتحادی فورسز ولایۂ جزیرہ سے آتے ہوئے خرطوم کے جنوب مشرقی علاقوں میں داخل ہوگئی ہیں،۔۔۔)۔ 02 فروری 2025ء کو الیوم السابع نے رپورٹ کیا: (قاہرہ نیوز چینل کے نمائندے نے فوری خبر میں رپورٹ کیا کہ سوڈانی فوج نے مشرقی نیل میں خرطوم ریاست کے کئی دیہاتوں پر دوبارہ کنٹرول حاصل کر لیا ہے)۔ اس سے قبل، 01 جنوری، 2025ء کو سوڈانی فوج نے ولایۂ جزیرہ اور اس کے دارالحکومت ود مدنی میں ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کو شکست دی تھی۔ (RSF کے کمانڈر حمیدتی نے ایک آڈیو ریکارڈنگ میں جزیرہ ریاست میں اپنی افواج کی شکست کو تسلیم کیا ہے، اور یہ آڈیو ریکارڈنگ ان سے منسوب ہے... جزیرہ، 13 جنوری، 2025ء)۔ بعد ازاں، تین دارالحکومتوں، خرطوم، بحری، اور اُم درمان میں ہونے والی لڑائیوں کا دھارا سوڈانی فوج کے حق میں بدل گیا، جس نے کئی اہم مقامات کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور آرمی جنرل کمانڈ کا محاصرہ ختم کر دیا۔ ملٹری آپریشن میں اس غیر معمولی تیزی کی کیا وضاحت کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ محض مقامی حالات ہیں جو فوج کی طاقت میں اچانک اضافے کے نتیجے میں پیدا ہوئیں، یا یہ جنگ سوڈان پر قابو پانے کے لئے عالمی سطح پر اثر انداز ہونے والی لڑائیوں کو ظاہر کرتی ہیں؟

**جواب:**

مذکورہ بالا سوالات کے جواب کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

**اول: سوڈان میں ملٹری آپریشنز میں تیزی**

سوڈان میں ملٹری آپریشنز میں اچانک تیزی کا واقع ہونا حقیقتاً حیران کن ہے۔ اپریل 2023ء میں دونوں طاقت کے دھڑوں کے مابین جنگ کے آغاز کے بعد سے یہ باہمی لڑائیاں علاقائی طور پر جمود کا شکار رہی تھیں، اور ہر فریق اپنے اپنے مقامات پر قائم رہا اور گزشتہ مہینوں میں بہت کم پیش رفت ہوئی۔ (15 اپریل 2023ء کو جنگ کے آغاز کے بعد سے پورے سال کے دوران، سوڈانی فوج نے دیگر باقی فوجی مقامات کو بچانے کے لئے دفاعی حکمت عملی اپناتے ہوئے بہت کم پیش رفت کی، سوائے

اس کے کہ مارچ 2024 میں قومی ریڈیو اور ٹی وی ہیڈ کوارٹرز اور اُم درمان کے دیگر علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے لیا گیا۔ اخبار ال راکوبۃ، 25 جنوری، 2025ء)۔

تاہم، میدانِ کارزار کی صورتحال ستمبر 2024ء میں اس وقت بدلنا شروع ہوئی جب سوڈانی فوج نے دوبارہ اپنی صف بندی کی، اپنے "اسٹریٹجک صبر" کی حکمت عملی کو ترک کیا، اور RSF کے خلاف حملے شروع کر دیئے۔ سوڈانی فوج نے مرکزی خرطوم اور بحری کی طرف جانے والے الحالفایہ پل اور نیل الأبیض کے راستوں پر قبضہ کر لیا۔ حالیہ ہفتوں کے دوران اس پیش رفت میں مزید تیزی ہوئی: سوڈانی فوج نے 11 جنوری، 2025ء کو ود مدنی کو دوبارہ قبضے میں لے لیا، جو ایک سال تک RSF کے کنٹرول میں رہا تھا۔ جزیرہ کا دارالحکومت اور سوڈان کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہونے کے ناطے، یہ ایک اہم موڑ تھا، کیونکہ سوڈان بھر میں اور خاص طور پر دارالحکومت کے علاقے کے لئے فوجیوں کی فراہمی کے لئے الجزیرہ کی اسٹریٹجک اہمیت تھی۔ اس نقصان نے RSF کی لاجسٹکس کو شدید متاثر کیا، خرطوم تک رسد کی فراہمی کو منقطع کر دیا اور RSF کی طرف سے جزیرہ، سنار، نیل الأبیض اور مشرقی سوڈان پر حملہ کرنے کی صلاحیت کو کمزور کر دیا۔ (عبوری خود مختاری کونسل کے سربراہ اور فوج کے کمانڈر جنرل عبد الفتاح البرہان نے ود مدنی کی آزادی کے بعد اپنے دورہ کے دوران اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خرطوم اور دیگر شہروں میں بھی باقی ماندہ RSF افواج کے خلاف فیصلہ کن فوجی حملے کی تیاری ہو رہی ہے۔ آزاد عربیہ، 20 جنوری، 2025ء)۔

### دوئم: ود مدنی کے بعد، سوڈانی فوج نے دارالحکومت کے علاقے میں حملوں میں تیزی کر دی ہے

سوڈانی فوج نے اعلان کیا کہ ایک سال تک RSF کے ساتھ لڑائی لڑنے کے بعد، اس نے بحری کے شمال میں خرطوم آئل ریفائنری کو دوبارہ قبضے میں لے لیا ہے۔ بی بی سی، 25 جنوری، 2025ء*)۔

(ال عربیہ کے نمائندے نے 24 جنوری، 2025ء کو رپورٹ کیا کہ سوڈانی فوج نے خرطوم میں آرمی جنرل کمانڈ پر RSF کے ڈیڑھ سالہ محاصرے کو ختم کر دیا۔ مقامی رپورٹوں نے یہ بھی بتایا کہ مرکزی خرطوم میں لڑائیوں کے بعد، فوج نے بحری میں سگنلز کور کیمپ کا محاصرہ بھی ختم کر دیا ہے)۔

(فوج نے اپنے کمانڈ سینٹر کو سگنلز کور ہیڈ کوارٹرز اورام درمان کے شمال میں واقع وادی سیدنا فوجی اڈے سے دوبارہ جوڑ کر خرطوم میں اپنی سب سے بڑی فوجی کامیابی حاصل کی۔ فوج نے جیلی آئل ریفائنری اور اس کے ارد گرد کے علاقے بھی دوبارہ قبضے میں لے لئے۔ اخبار ال راکوبۃ، 25 جنوری، 2025ء)۔

ال عربیہ نیٹ نے 04 فروری، 2025ء کو رپورٹ کیا کہ: (فوج اور اتحادی افواج الجزیرہ سے خرطوم ریاست کے جنوب مشرقی علاقے میں داخل ہو گئی ہیں...)۔

اخبار الیوم السابع نے 02 فروری، 2025ء کو رپورٹ کیا: (قاہرہ نیوز چینل کے نمائندے نے تصدیق کی کہ سوڈانی فوج نے خرطوم ریاست کے مشرقی نیل میں دیہاتوں کو دوبارہ قبضے میں لے لیا ہے)۔

### سوئم: RSF کو دارالحکومت سے نکالنے کے لئے فوج کا بھرپور تیاری کے ساتھ حملہ

سوڈانی فوج نے برہان کی قیادت تلے ریاستی اختیار کو بحال کرتے ہوئے تینوں دارالحکومتی شہروں سے RSF کو نکالنے کے لیے آپریشنز میں تیزی کر دی ہے، اور برہان نے "باغیوں" کے ساتھ مذاکرات کو مسترد کر دیا ہے۔

اہم مشاہدات:

فوج نے "اسٹریٹجک صبر" کو ترک کر دیا، حالانکہ فوجی توازن میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اپریل 2023ء کے بعد سے فیصلہ کن کاروائیوں میں فوج کی طرف سے تاخیر کرنے کے پیچھے خارجی محرکات ہو سکتے ہیں۔

ود مدنی کے ہاتھ سے جانے کے بعد جبکہ RSF خرطوم میں نقصانات کا سامنا کر رہی ہے، اسی دوران اس کی افواج دارفور کی طرف پسپائی اختیار کر رہی ہیں، جہاں پر آر ایس ایف پانچ ریاستی دارالحکومتوں میں سے چار پر قابض ہے۔ خرطوم کو مضبوط کرنے کے بجائے، RSF اپنے دارفور کے مضبوط قلعے کی طرف واپس جا رہی ہے، جس سے وہاں لڑائیاں دوبارہ شدت اختیار کر رہی ہیں۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے فوج نے RSF کو دارفور کی طرف پسپا ہو کر راستوں کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ (انڈیپنڈنٹ عربیہ، 20 جنوری، 2025ء: RSF المنیشیہ اور سوبا پلوں کو جبلِ اولیاء کی طرف واپس جانے

کے لیے استعمال کر رہی ہے، جو مغربی سوڈان اور دارفور کا واحد کھلا راستہ ہے، اور اس راستے سے آر ایس ایف اپنے اہلکاروں اور خاندانوں کا انخلاء کر رہی ہے۔ RSF نے دارفور میں بھرتی کو تیز کر دیا ہے، اور جنوبی دارفور میں اتحادی عرب قبائل سے 50,000 جنگجو جمع کر رہی ہے)۔

## چہارم: دارفور بطور آئندہ میدانِ جنگ

- آر ایس ایف نے شمالی دارفور میں - الحلف، دریشقی، اور ماؤ پر مکمل کنٹرول کا اعلان کیا۔ انڈیپنڈنٹ عربیہ، 20 جنوری، 2025ء)۔

(شمالی دارفور کے دارالحکومت، الفاشر میں RSF اور مشترکہ افواج (فوج، مسلح مزاحمت، پولیس، اور مقامی مدافعین) کے درمیان شدید جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ فرانس 24، 25 جنوری، 2025ء)۔

(مشترکہ افواج کو 48 گھنٹوں کے اندر الفاشر چھوڑنے کی دھمکی دینے کے بعد، RSF نے شہر پر متعدد محاذوں سے حملہ شروع کر دیا۔ لڑائی 24 جنوری، 2025ء کو چھ گھنٹے سے زائد وقت تک جاری رہی۔ انڈیپنڈنٹ عربیہ، 25 جنوری، 2025ء)۔

یہ پیش رفت ایک رجحان کی نشاندہی کرتی ہے: فوج وسطی / مشرقی سوڈان پر کنٹرول مضبوط کر رہی ہے، جبکہ دارفور کو RSF کے حوالے کر رہی ہے۔ یہ اقدام عملی طور پر تقسیم کے خطرے کو جنم دیتا ہے۔ RSF، جو کہ اگرچہ دارفور کے وسیع تر علاقوں پر اپنا کنٹرول رکھے ہوئے ہے، مگر وسطی سوڈان سے پیچھے ہٹ گئی ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شطرنج کی اس بساط کی منصوبہ بندی بیرونی سطح پر کی جا رہی ہے۔

## پنجم: امریکہ کی پالیسی میں ردوبدل سے مطابقت رکھتی ہوئی تبدیلیاں

07 جنوری، 2025ء کو امریکہ کی رخصت ہونے والی بائیڈن انتظامیہ نے RSF کے رہنماؤں اور متحدہ عرب امارات سے تعلقات رکھنے والی سات کمپنیوں پر پابندیاں عائد کرتے ہوئے آر ایس ایف پر "دارفور میں نسل کشی" کا الزام لگا دیا۔ چند ہی دن بعد، 16 جنوری، 2025ء کو، بائیڈن انتظامیہ نے فوج کے سربراہ برہان پر "جمہوریت کو نقصان پہنچانے" کا الزام لگا کر ان کے امریکی اثاثوں کو منجمد کر دیا۔ (بی بی سی، 26 جنوری، 2025ء)۔

یہ پابندیاں ٹرمپ انتظامیہ کے تحت امریکہ کی پالیسی میں نئے رخ کو ظاہر کرتی ہیں، جو امریکی مفادات کے مطابق تنازعات کو حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس میں سوڈان کے لئے "ابراہم معاہدوں" کو بڑھانا شامل ہے۔ (سابق امریکی سفارتکار ڈیوڈ شِن نے نوٹ کیا کہ ٹرمپ کی ٹیم، خاص طور پر سیکرٹری آف اسٹیٹ مارکو روبیو، سوڈان کو ترجیح دیتی ہے، اور سوڈان-اسرائیل تعلقات کو معمول پر لانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ الحُرہ نیوز، 25 جنوری، 2025)۔

سوڈانی وزیر خارجہ علی یوسف نے حلف برداری کے بعد امریکہ کی پالیسی کے جائزے کے منصوبوں کا انکشاف کیا۔ سوڈان نیوز، 25 جنوری، 2025ء: امریکہ - مصر بات چیت میں سوڈانی فریقین پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت پر زور دیا گیا کہ وہ باہمی تنازعات کو ختم کریں اور انسانی امداد کو بڑھائیں)۔

## ششم: امریکہ کی طرف سے مرتب کی جانے والی ترقیات کا مقصد

**تقسیم کے منصوبوں میں تیزی لانا:** دارفور کو حمیدتی کی RSF کے تحت اور وسطی / مشرقی سوڈان کو برہان کی فوج کے تحت، جو کہ جنوبی سوڈان کی علیحدگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ اقدام تقسیم کو باضابطہ بنانے کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔

**سوڈان کو ٹرمپ کے "ابراہم معاہدوں" کے تحت اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کی کوشش کرنا۔** اس سے قبل، برہان نے اسرائیلی حکام سے ملاقات کی تھی تاکہ سکیورٹی / فوجی تعاون پر بات چیت کی جا سکے، (سوڈان نیوز ایجنسی، 02 فروری، 2023ء)۔ ٹرمپ، بائیڈن کے مرحلہ وار طریقہ کار کو نظر انداز کرتے ہوئے جلد از جلد تعلقات کو معمول پر لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

## ہفتم: نتیجہ

امریکہ کی جانب سے بھڑکائی گئی سوڈان کی جنگ میں لاکھوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں، 12 ملین افراد بے گھر ہوئے ہیں، اور ایک دور کے "عالمی خوراک کا ٹوکرہ" کا لقب رکھنے والے ملک کی زراعت تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔ برہان اور حمیدتی، جو امریکہ کے مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں، اسلام کی طرف سے مسلمان کا خون بہانے کی ممانعت کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ. قُلْتُ يَا**

رَسُولَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ كَانَ حَرِيصاً عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ» "جب دو مسلمان تلوار سے آپس میں لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول، دونوں ہی جہنمی ہیں"۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: "یارسول اللہ ﷺ، قاتل تو ٹھیک ہے۔لیکن مقتول کیونکر جہنمی ہے؟" آپ ﷺ نے جواب دیا: "وہ بھی اپنے بھائی کو قتل کر دینا چاہتا تھا"۔ (بخاری)۔

**حزب التحریر کی جانب سے سوڈان کے لوگوں کو پکار:** آپ، ان لوگوں کی نسلوں سے ہیں جو خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی بن دینار (وہ شہید جو آبیار علی پر حجاج کرام کی خدمت کیا کرتے تھے) کی قیادت تلے رہ کر اسلام کو آگے لے کر چلے۔ آپ پر لازم ہے کہ جرائم کی اس تکون کا مقابلہ کریں:

- باہمی تقسیم (پہلے جنوبی سوڈان اور اب دارفور)۔

- نارملائزیشن، اسرائیل کے ساتھ نارملائزیشن کے تعلقات، وہ اسرائیل جو کہ فلسطین پر قابض ہے۔

- مسلمانوں کے مابین جنگ وجدل، امریکی مفادات کی خدمت کرنا۔

بیرونی استعماروں کے خلاف سوڈان کی فوج کو متحد کریں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾

**"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو، جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کی طرف بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشے گا"** (الانفال: 8:24)۔

07 شعبان المعظم، 1446ھ، بمطابق، 06 فروری، 2025ء

فہرست

﴿هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ﴾

# "یہ قرآن لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے خبردار کیا جائے"[سورۃ ابراہیم:52]۔

حزب التحریر، ولایہ شام

شروع اللہ کے نام سے، جس کے لیے تمام تعریفیں ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہوں۔

ہم اللہ کی حمد و ثنا بجالاتے ہیں، جس نے اہلِ شام کو ظالمانہ حکمرانی کے خاتمے کی نعمت عطا کی، جو "اللہ اکبر" کی گونجتی تکبیرات کے ساتھ وقوع پذیر ہوا۔ یہ امر ان سب حقائق کے باوجود ہے کہ جب کچھ متعلقہ ریاستوں نے ایک محدود جنگ کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی تاکہ انقلابیوں کے جوش کو کم کیا جاسکے، ان کے دباؤ کو ہلکا کیا جاسکے، اور حکومت کو سیاسی حل کی میز پر بیٹھنے پر مجبور کیا جاسکے۔

تاہم، ڈگمگاتی ہوئی حکومت کا اس قدر تیزی سے زوال ان تمام ریاستوں کے لئے حیران کن ثابت ہوا، جس نے انہیں ظلم پر مبنی حکومت کو بچانے کے لئے کوئی موقع تک نہ دیا۔ جس امر کو ایک محدود اور اپنے قابو میں رہنے والا بحران سمجھا جارہا تھا، وہ ایک زبردست دھماکے میں تبدیل ہو گیا جس کے سامنے حکومت کی افواج محض گیارہ دنوں میں ہی ڈھیر ہو گئیں۔ تمام تعریفیں اور شکر صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ہے، اور فتح صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگرچہ ان ریاستوں کے پاس اپنے منصوبے، چالیں، اور حکمتِ عملیاں تھیں، لیکن اللہ ربّ العزت کے پاس بھی اپنے ہی منصوبے اور تدبیریں تھیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

**﴿وَمَكَرُوا مَكْراً وَمَكَرْنَا مَكْراً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ "اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے"**[سورۃ النمل:50]۔

ظالمانہ حکومت کے زوال کے بعد، اہلِ شام ایک نہایت اہم موڑ اور عظیم آزمائش سے گزر رہے ہیں۔ انہیں یا تو اس انقلاب کے مقاصد کو مکمل کرنا ہو گا، استعماری طاقتوں کے اثر و رسوخ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہو گا اور اللہ کے دین کو قائم کرنا ہو گا، یا پھر اس حکومت کے حامی ممالک اور ان کے سرغنہ امریکہ کے مطالبات کے سامنے جھکنا ہو گا۔ امریکہ نے اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے، اپنی مکاری کو بے نقاب کر دیا ہے، اور اپنے ارادے واضح کر دیئے ہیں جو کہ ایک ایسی سیکولر ریاست قائم کرنا ہے جو اس کے مفادات کے تابع ہو۔

اگر اہلِ شام اس نازک صورتحال میں کامیابی سے نہ نکلے اور وہ اس فریضے کو پورا نہ کر سکے جس کا اللہ نے ان سے مطالبہ کیا ہے، یعنی اللہ کے حکم کو نافذ کرنا اور خلافتِ راشدہ کو قائم کرنا، تو وہ اپنی تیرہ سالہ جدوجہد کو ضائع کر بیٹھیں گے۔ ان کی قربانیاں اور بہایا گیا خون رائیگاں جائے گا، اور وہ خدانخواستہ، ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾ "اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سُوت کاتا، پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا"** [سورۃ النحل:92]۔

قیادت کے لیے ضروری ہے کہ آگے بڑھنے والے افراد کے پاس ایک واضح نظریہ اور متعین منصوبہ ہو، جو اس ریاست کے ڈھانچے، اداروں اور نظام کو مکمل طور پر سمجھتے ہوں جسے وہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نظریہ عوام تک پوری وضاحت کے ساتھ پہنچایا جانا چاہیے، نہ کہ اسے بیرونی حالات کے حوالے کر دیا جائے یا دشمنوں کی چالوں کا شکار ہونے دیا جائے، جس کے نتیجے میں قیادت محض دفاعی حکمتِ عملی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے اور دشمن کے ایجنڈے کے مطابق فیصلے کرنے لگے۔

اسی پس منظر میں، ہم حزب التحریر ولایہ شام میں اس مرحلے کے لئے ضروری منصوبے کا اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ ہم اسے اہلِ شام کے تمام لوگوں کے ساتھ شیئر کرتے ہیں اور کچھ بنیادی اقدامات بیان کرتے ہیں جو ہماری رائے میں شام میں اٹھائے جانے چاہئیں، تاکہ یہ وسیع تر سطح پر مسلم امت کے منصوبے کا حصہ بن سکے:

1- سیکولر آئین کا مکمل خاتمہ: سیکولر ریاستی آئین کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا جائے، نہ کہ اسے صرف ترمیم یا نظرِ ثانی کے ذریعے برقرار رکھا جائے۔ اس آئین کی جگہ ایک نیا آئین نافذ کیا جائے جس کے تمام قوانین اسلامی عقیدے سے ماخوذ ہوں اور قرآن، سنت، اجماعِ صحابہ اور قیاس پر مبنی ہوں۔ زندگی کے تمام پہلوؤں میں شریعت کے احکام کے نفاذ کا اعلان کیا جائے۔

حزب التحریر نے ایک مسودہ آئین تیار کر رکھا ہے جو شریعت کے دلائل پر مبنی ہے اور اللہ کے اذن سے نافذ ہونے کے لیے تیار ہے۔ یہ اسلامی طرزِ زندگی کی بحالی کے لیے ترتیب دیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کے ان الفاظ کی تکمیل کے لئے ہے:

**«ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» "پھر خلافت نبوت کے نقش قدم پر قائم ہو گی"۔**

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: **«أَلَا إِنَّ عُقْرَ دَارِ الْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ» "خبردار! مؤمنوں کا مضبوط قلعہ شام ہے"۔**

2- یہ اعلان کیا جائے کہ شام میں ریاست کا نظام خلافت ہو گا، جو اسلامی حکمرانی کے چار بنیادی اصولوں پر مبنی ہو گا:

- حاکمیت شریعت کو حاصل ہو گی، نہ کہ عوام کو۔

- اقتدار امت کا حق ہو گا۔

- ایک خلیفہ کا تقرر تمام مسلمانوں پر فرض ہو گا۔

- صرف خلیفہ کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ شریعت کے احکام کو نافذ کرے، آئین مرتب کرے اور تمام قوانین جاری کرے۔

3- فوری طور پر ایک مضبوط فوج کا قیام: ملک کے دفاع کے لئے فوراً ایک طاقتور فوج کی تشکیل کا آغاز کیا جائے، جس کی بنیادی قوت مخلص مجاہدین پر مشتمل ہو۔ ملک میں موجود روسی اور امریکی فوجی اڈے بند کیے جائیں اور تمام غیر ملکی افواج کو

بے دخل کر دیا جائے۔ دیگر مسلم ممالک کے ساتھ سرحدوں کو کھلا رکھا جائے اور یہودی وجود کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جائے، تاکہ تمام مسلمان اس جہاد میں شرکت کر سکیں۔

یہ اقدام نبی اکرم ﷺ کی اس بشارت کو پورا کرنے کے لیے ہوگا: **«تُقَاتِلُكُمْ يَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ»** **"تم یہودیوں سے قتال کروگے اور تم ان پر غالب آؤگے"۔**

4- ایسا داخلی سکیورٹی نظام تشکیل دیا جائے جو اسلامی ثقافتِ کی حفاظت پر مبنی ہو۔ اس کا مقصد عوام کی جاسوسی کرنا، ظلم کرنا یا ان کی عزت و وقار کو مجروح کرنا نہیں ہوگا بلکہ ملک اور معاشرے کو جاسوسوں، غیر ملکی ایجنٹوں، تخریب کاروں، باغیوں اور مشکوک عناصر سے محفوظ رکھنا ہوگا۔ ریاست کے تمام شہری، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، امن و تحفظ سے بہرہ مند ہوں گے۔

5- کُرد مسلمانوں اور عمومی طور پر غیر عرب اقوام سے خطاب کرتے ہوئے وحدت کا پیغام دیا جائے کہ ہم ایک امت ہیں، جسے اسلام نے جوڑا ہے، اور جو نسلی و قومی تفریق سے بالاتر ہے۔ ان عناصر کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے جو علیحدگی پسند جماعتوں کے لئے جواز فراہم کرتے ہیں اور انہیں مغربی ریاستوں سے تعلق ختم کرنے کی دعوت دی جائے۔

6- اسلام یہ اصول طے کرتا ہے کہ اسلامی ریاست سے وفاداری شہریت کے لئے ضروری ہے۔ جو بھی اسلامی ریاست میں مستقل سکونت اختیار کرے، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اسے شہریت دی جائے گی۔ ریاست شہریوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرے گی، نہ حکمرانی میں اور نہ ان کے امور کی نگہداشت میں۔ لہٰذا، مغرب کی وضع کردہ "اقلیتوں کے تحفظ" کی اصطلاح اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ "اقلیتی حقوق" کے مغربی جال میں پھنسنے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ مغرب اس بیانیے کو علیحدگی پسند رجحانات کو ہوا دینے، اکثریت اور اقلیت کے مابین تصادم پیدا کرنے، اور مسلمانوں کے معاملات میں مداخلت کے جواز کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

7- اسلامی ریاست درج ذیل اصولوں کے مطابق تمام شہریوں پر شریعت نافذ کرے گی، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم:

- تمام اسلامی احکام بغیر کسی استثناء کے مسلمانوں پر لاگو ہوں گے۔

- غیر مسلموں کو اپنے عقائد پر عمل کرنے اور عبادات ادا کرنے کی آزادی حاصل ہوگی، بشرطیکہ یہ عوامی نظم وضبط کے دائرے میں رہ کر ہو۔

- مرتدین پر ارتداد کے شرعی احکام نافذ کیے جائیں گے، بشرطیکہ وہ خود مرتد ہوئے ہوں۔ تاہم، اگر وہ ایسے مرتدین کی اولاد ہوں جو غیر مسلم پیدا ہوئے ہوں، تو انہیں ان کے مذہب کے مطابق اہلِ کتاب یا مشرکین کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

- غیر مسلموں کے کھانے پینے اور لباس سے متعلق معاملات کو ان کے مذاہب کے مطابق شریعت کی دی گئی رعایتوں کے تحت رکھا جائے گا۔

- غیر مسلموں کے مابین نکاح وطلاق کے معاملات ان کے اپنے مذاہب کے مطابق طے ہوں گے، جبکہ مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان ہونے والے معاملات میں اسلامی احکام نافذ کیے جائیں گے۔

- دیگر تمام شرعی احکام، بشمول مالیاتی معاملات، تعزیری قوانین، عدالتی شہادت، طرزِ حکومت اور اقتصادی ضوابط، تمام شہریوں پر مساوی طور پر لاگو ہوں گے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، معاہد شہری ہوں، عارضی باشندے ہوں یا اسلامی ریاست کے زیرِ سایہ زندگی گزار رہے ہوں۔

8- ہر اس فرد کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے گا جس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہو، بشمول سابقہ منہدم شدہ نظام کے ستون، اعلیٰ فوجی قیادت، سکیورٹی اداروں کے افسران، اور اس دور کے نمایاں مجرمین۔ یہ مقدمات عدل وانصاف پر مبنی ہوں گے تاکہ مومنین کے دلوں کو تسکین ملے اور امت کو حقیقی انصاف کا مشاہدہ ہو۔ اس کے

ساتھ ساتھ ان مجرم عناصر کی سازشوں کو روکنے کے لئے مضبوط اقدامات کیے جائیں گے تاکہ وہ کسی بھی شکل میں ریاستی اداروں، خصوصاًفوج، سکیورٹی، اور دیگر کلیدی حکومتی عہدوں میں دخل اندازی نہ کرسکیں۔

9- استعماری طاقتوں خصوصاً امریکہ اور برطانیہ کے خفیہ اداروں یا ان کے تابع علاقائی حکومتوں سے کسی بھی فرد یا گروہ کے رابطے کو سنگین غداری قرار دیا جائے گا۔ ایسے تمام روابط قانونی طور پر جرم تصور کیے جائیں گے اور ان کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے، مداخلت روکنے اور ملک سے ان کی موجودگی مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے فی الفور اقدامات کیے جائیں گے۔ استعماری ممالک کو کسی بھی صورت مستقل سفارت خانے قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ سفارت خانے درحقیقت جاسوسی کے مراکز اور ایجنٹوں کی بھرتی کے گڑھ ہوتے ہیں۔ ایسے ممالک سے براہ راست کسی بھی قسم کا رابطہ بغاوت اور اعلیٰ ترین سطح کی غداری سمجھا جائے گا۔

10- ریاست فوراً اقوامِ متحدہ سے علیحدگی اختیار کرے گی اور امت پر واضح کیا جائے گا کہ یہ ادارہ محض استعماری طاقتوں کا ایک آلہ ہے، جسے وہ محکوم اقوام کے امور میں مداخلت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا جائے گا کہ نام نہاد "عالمی قانون" درحقیقت عالمی استعماری نظام کو مستحکم کرنے کے لئے تشکیل دیا گیا ہے اور اس کی کوئی شرعی یا اصولی حیثیت نہیں۔ تاہم، حقیقی بین الاقوامی روایات اور اصولوں میں فرق کیا جائے گا اور صرف وہ روایات جو شریعت اور امت کے مفاد کے مطابق ہوں، ان کو اختیار کیا جائے گا۔

11- ریاست عوامی وسائل خصوصاً تیل اور دیگر قیمتی ذخائر کی براہِ راست نگرانی کرے گی اور کسی بھی غیر ملکی کمپنی یا سرمایہ کار کو استحصال کے نام پر ان وسائل پر قابض ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سرمایہ کاری کے لئے اسلامی سرمایہ کاروں کو متوجہ کیا جائے گا تاکہ اقتصادی ترقی میں اسلامی سرمائے کا کردار نمایاں ہو اور ان وسائل کی آمدنی سے معیشت کو مضبوط کیا جاسکے، جس کا فائدہ براہ راست عوام کو پہنچے۔ ریاست کسی بھی صورت بیرونی امداد پر انحصار نہیں کرے گی، کیونکہ استعماری طاقتیں امداد کو امت پر تسلط کا ذریعہ بناتی ہیں۔

12- ریاست غذائی خود کفالت کے حصول کے لئے فوری اقدامات کرے گی تاکہ کسی بھی ممکنہ معاشی پابندی یا ناکہ بندی کی صورت میں ریاست کی خود مختاری پر کوئی آنچ نہ آئے۔ زراعت کو ریاستی سرپرستی میں منظم کیا جائے گا تاکہ غذائی ضروریات مقامی سطح پر پوری کی جاسکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی صنعتوں کی ترقی کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جائیں گے، خاص طور پر عسکری، الیکٹرانک، اور ڈیجیٹل صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا۔ ملک سے ہجرت کرنے والی مسلم صلاحیتوں کو واپس لانے کے لئے مراعاتی منصوبے تشکیل دیے جائیں گے تاکہ امت کے قابل دماغ ریاست کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کریں۔

13- ریاست نظامِ تعلیم میں فوری اصلاحات کرے گی تاکہ اسے اسلامی ثقافت پر استوار کیا جاسکے۔ تعلیمی نصاب کو اس انداز میں ترتیب دیا جائے گا کہ وہ ایسے علماء، مفکرین، ڈاکٹرز، انجینئرز، ماہرینِ فن، اور ٹیکنیشنز پیدا کرے جو امت کے احیاء اور ترقی کے عمل میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ اس کے لئے تمام تعلیمی ادارے، اسکولز، جامعات، اور تحقیقی مراکز کو شریعت کے مطابق منظم کیا جائے گا، تاکہ تعلیم کا مقصد صرف روزگار نہیں بلکہ امت کی تعمیر و ترقی ہو۔

14- ریاست کی میڈیا پالیسی اور اداروں کو اسلامی حکمرانی کے اہداف کے تابع کیا جائے گا۔ میڈیا کو اس بات کا پابند بنایا جائے گا کہ وہ ریاست کی اسلامی پالیسیوں، عوام کی خدمت، اور شریعت کے مطابق امورِ سلطنت کی انجام دہی کو اجاگر کرے۔ تمام میڈیا چینلز، اخبارات، اور نشریاتی ادارے امت کے شعور کو بلند کرنے، اسلامی طرزِ فکر کو فروغ دینے، اور استعماری افکار کے خاتمے کے لیے کام کریں گے۔

15- عدلیہ اور عدالتوں کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر منظم کریں، انہیں عادی عدالتوں، حسبہ عدالتوں، اور مظالم عدالتوں میں تقسیم کریں، اور تمام فیصلے شریعت سے ماخوذ ہوں۔

یہ کچھ اہم اقدامات ہیں جو ہماری نظر میں مغرب اور اس کے اتحادیوں کے تعلقات کو کاٹنے، امت کو ان کے قابو سے آزاد کرنے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت کے نفاذ اور اس کے حکم کی تنفیذ کے لئے ضروری ہیں، اور ان اقدامات کا مقصد

خلافت راشدہ کے نقش قدم پر خلافت کا قیام ہے۔ یہ اقدامات کسی بھی مسلم ملک میں موجود نظام کی صحت، سالمیت، اور اس کی حمایت یا مخالفت کے لئے فیصلہ کن معیار کے طور پر کام کرتے ہیں۔

آخر میں ہم دوبارہ یہ بات دہراتے ہیں کہ حزب التحریر نے دولة الخلافة (ریاست خلافت) کے لئے ایک مسودہ آئین پیش کیا ہے، جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل کرتا ہے اور اس کے آرٹیکلز اسلامی عقیدہ اور شریعت کے دلائل سے ماخوذ ہیں۔ ہم سچے انقلابیوں، خاص طور پر ان لوگوں سے جو طاقت اور اثر و رسوخ رکھتے ہیں، اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس آئین کا جائزہ لیں اور اسے اپنائیں اور حزب التحریر کو اس کی تنفیذ میں نصرہ فراہم کریں تاکہ اسلامی طرزِ زندگی کا دوبارہ احیاء کیا جا سکے، خلافت راشدہ کا قیام عمل میں لایا جا سکے، تمام مسلم ممالک کو استعمار سے نجات دلائی جا سکے، مسجد اقصیٰ اور دیگر مقبوضہ علاقوں کو آزاد کیا جا سکے اور دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکے تاکہ اسے کفر، ظلم اور جبر سے بچایا جا سکے۔ بے شک، اللہ ہی مددگار ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغاً لِقَوْمٍ عَابِدِينَ﴾

**"بیشک اس قرآن میں عبادت کرنے والوں کیلئے کافی سامان ہے"** [سورۃ الأنبیاء:106]۔

فہرست

# نُصرة

نصرۃ وہ حکمِ شرعی ہے کہ جس پر آج سیاسی طور پر امت مسلمہ کے مستقبل کا دارومدار ہے کیونکہ نصرۃ کے ذریعے ہی اُس ریاستِ خلافت کا قیام عمل میں آئے گا جو ان غداریوں اور خیانتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ کرے گی جس کا امت کو سامنا ہے، جو اللہ کے نازل کردہ تمام تر احکامات کے ذریعے حکمرانی کا آغاز کرے گی، پوری امت مسلمہ کو ایک ریاست کے سائے تلے وحدت بخشے گی اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک لے جائے گی۔

نصرۃ کی دلیل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ملتی ہے کہ جب مکہ کا معاشرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جامد ہو گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ آپ مختلف قبائل پر اپنے آپ کو پیش کرکے اِن کی حمایت و نصرت طلب کریں۔

پس آپ ﷺ نے ابو طالب کی وفات کے بعد مختلف عرب قبائل کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ مدینہ کے اوس و خزرج قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کو نصرۃ دی اور اس نصرت کے نتیجے میں ہی بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ اور یوں وہ رہتی دنیا تک انصار کے لقب سے پہچانے گئے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کی افواج میں موجود مخلص افسران اپنے انصاری بھائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو نصرۃ فراہم کریں، اس کفریہ سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو اکھاڑ پھینکیں اور ایک خلیفہ راشد کو قرآن و سنت کے نفاذ پر بیعت دیں اور رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کے پورا کریں کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»** "پھر ظالمانہ حکمرانی کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ اس کو ختم فرما دیں گے جب وہ چاہیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت قائم ہو گی" (مسند امام احمد)۔